964

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 26۔ جون 2007

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

سرکاری کارروائی

1۔ ضمنی بجٹ برائے سال 07-2006 پر عام بحث

2- گوشوارہ اضافی بجٹ برائے سال 01-2000 پر عام بحث

966

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

منگل، 26-جون 2007

(یوم الثلاثہ، 10-جمادی الثانی 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 15 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ
كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲﴾
اِنَّ الَّذِيۡنَ يَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ
امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۳﴾

سُوۡرَةُ الحُجرَات 1 تا 3

مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے (1) اے اہل ایمان! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو (2) بے شک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے (3)

وما علینا الاالبلاغ o

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا آفتاب احمد خان صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہاں پر وزیر خزانہ اور وزیر مال بیٹھے ہیں میں ان کو ایک چیز کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ جو اس صوبے میں resource mobilization کے لئے بہت اہم چیز ہے۔ جتنی بھی کالونیز بنتی ہیں اگر ایگریکلچر لینڈ ہو تو اس میں گیارہ فٹ کے کھالے ہوتے ہیں، جب ڈویلپرز وہ جگہ لے لیتے ہیں تو اس میں کھالے کی ملکیت حکومت کی ہوتی ہے اور اس کی ادائیگی حکومت پنجاب کو کی جاتی ہے۔ جو اربوں روپے بنتے ہیں۔ دوسرا جس زمین کا آپ status change کرتے ہیں from agriculture to commercial residential and industrial اس پر ایک condonation fee 5 percent ہوتی ہے، میں نے کل پی اے سی میں نشاندہی کی تھی کہ فیصل آباد میں اس مد میں ایک روپیہ بھی جمع نہیں ہوا۔ اگر حکومت پنجاب ان دو چیزوں کو دیکھ لے تو اربوں نہیں، کھربوں روپیہ collect کر سکتی ہے۔ ایک آپ کے کالونیز کے جو کھالے ہیں، واٹر کورسز وہ ملکیت آپ کی ہے، وہ ان کو استعمال کر رہے ہیں اس کی آپ رقم لیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وزراء صاحبان نے سن لیا ہے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب کافی دیر بعد ایوان میں آئے ہیں ان کو سن لیا جائے۔

راجہ ریاض احمد: جناب! میں بڑا ضروری کم کر رہیا ساں۔ (ق) لیگ والیاں نوں اپنی جماعت وچ شامل کر رہیا ساں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! فیصل آباد سے جو ڈبل سڑک بنی ہے اس میں یکم جولائی سے ٹال

ٹیکس میں 25 فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔ پہلے بھی ہم نے یہاں پر بات کی تھی کہ ڈبل سڑک پر ٹال ٹیکس بہت زیادہ لیا جا رہا ہے جس طرح موٹروے پر ٹال ٹیکس لیا جا رہا ہے۔ اب پرسوں اخبار میں آیا تھا کہ یکم جولائی سے 25 فیصد ٹال ٹیکس بڑھا دیا جائے گا حالانکہ موٹروے پر یکم جولائی سے نہیں بڑھایا جا رہا یہ ٹال ٹیکس جو کہ آپ کے شہر فیصل آباد سے متعلقہ ہے، جس شہر سے آپ منتخب ہوئے ہیں۔ اب تو شاید آپ منتخب نہ ہو سکیں لیکن اس کے باوجود اس شہر سے آپ کی محبت تو ہے۔ اس حوالے سے میری گزارش ہے کہ یہ جو 25 فیصد اضافہ ہے اس بارے میں مہربانی کی جائے، یہ اضافہ نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 28 ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اب چلنے دیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میری بات کا کوئی جواب تو دیا جائے۔

جناب سپیکر: ابھی چودھری صاحب نہیں آئے۔

راجہ ریاض احمد: جناب! انھیں تو فیصل آباد سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ انھوں نے تو لاہور سے الیکشن لڑنا ہے جبکہ آپ اور میں نے فیصل آباد سے ہی الیکشن لڑنا ہے اس لئے جناب! اس پر غور کریں۔ یہ آپ کا شہر ہے اور آگے الیکشن آ رہا ہے۔ آپ کو پتا ہی ہے کہ وہاں پر کیا حالات ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اپنی تقریر کے دوران یہ بات کر لیجئے گا۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں کل کے حوالے سے یہ بات کروں گا کہ دو events بہت اچھے ہوئے ہیں۔ ان کی میں تحسین کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ کل وزیراعلیٰ نے صحافیوں کو جو پلاٹ دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے یہ خوش آئند ہے، ہم اس کی تحسین کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پنجاب کے اندر سروے کر کے تمام ایسے خاندان جن کے پاس کوئی پلاٹ نہیں ہے انھیں پلاٹ دیئے جائیں نیز میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان صحافیوں کو بلا سود قرضے فراہم کئے جانے چاہیئں۔

دوسری اہم بات یہ ہوئی ہے کہ کل وزیراعلیٰ نے ہارٹیکلچر اتھارٹی کے ورک چارج اور ایڈہاک ملازمین کو ریگولر کیا ہے۔ یہ ایک اچھی ابتداء ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس کے بعد

ڈاکٹرز اور ٹیچرز کو بھی ریگولر کیا جائے گا۔

جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آج اخبار کے اندر ایک خبر شائع ہوئی ہے جو کہ وزیر اعلیٰ سندھ کی ہے۔ اس میں انھوں نے کہا ہے کہ "موجودہ طوفان کو شرعی فعل کا عذاب سمجھتا ہوں۔ کمپنیوں نے اپنی products کے اشتہارات میں عورتوں کی برہنہ تصاویر کو لگانا ضروری سمجھ لیا ہے اور اس کی تفصیل میں انھوں نے لکھا ہے کہ یہ ایک وجہ ہے کہ جس کے نتیجے کے اندر اتنی طوفانی بارشیں اور اللہ کا عذاب آیا ہے۔" ہمارے ملک کے اندر اب بعض ایسے رسائل شائع ہو رہے ہیں کہ جو اس طرح کی فحاشی کو پھیلاتے ہیں۔ بلاشبہ دلیل و دلائل میں یہ بات آتی ہے کہ باہر سے کوئی 200 چینلز یہاں پر گند پھیلا رہے ہیں، یہاں پر دیکھے جا رہے ہیں۔ وہ ٹھیک ہے لیکن کم از کم ہمیں اپنی حد تک تو کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اللہ اور اللہ کے رسول کے احکامات کی پابندی کریں۔

جناب والا! یہ میرے ہاتھ میں ایک نیا اخبار "وقت" ہے جو کہ لاہور سے شائع ہوا ہے۔ یہ اس کا میگزین ہے۔ اس میں almost نیم برہنہ تصاویر ہیں۔ میں وزیر قانون صاحب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لئے اس جانب توجہ دیں۔ اب وزیر اعلیٰ سندھ صاحب نے بھی نشاندہی کی ہے۔ ہم اس کی کوئی limit تو مقرر کریں۔ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے والے ہیں اور اسلام پر چلنے والے ہیں۔ ہمیں بیٹھ کر اس بارے میں کوئی لائحہ عمل بنانا چاہئے کہ کس حد تک ہم نے جانا ہے، اپنی نئی نسل کو اس گند سے کیسے بچانا ہے؟ اگر ہم اس کا تدارک نہیں کریں گے تو اس سے اللہ بھی ناراض ہو گا اور اللہ کے رسول ﷺ بھی ناراض ہوں گے۔

جناب سپیکر: یہ آپ وزیر قانون صاحب کو دکھائیں۔ میاں افتخار حسین چھچھر صاحب کی تحریک ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! فرمائیے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب نے اپنے پوائنٹ آف آرڈر میں جس بات کا حوالہ دیا ہے اس بارے میں عرض کروں گا کہ یہ انتہائی قابل مذمت اور تکلیف دہ بات ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے وزیر اعلیٰ سندھ کے ایک بیان کا حوالہ دیا ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اب اس پر کوئی decision تو نہیں آنا۔ وزیر قانون صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی بات سن لی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ان کا بیان قابل مذمت ہے کیونکہ وہاں پر جتنے بھی لوگ مرے ہیں وہ سب غریب لوگ تھے، مزدور تھے اور ریڑھی والے تھے۔ انھوں نے کون سے ہورڈنگ لگوائے تھے ؟ انھوں نے کون سی عریاں تصویریں لگوائی تھیں، جناب! hoarding پر جو عریاں تصویریں تھیں ان میں ان غریبوں کا کیا عمل دخل ہے ؟ اللہ کا عذاب ایسے نہیں ہو سکتا کہ ایک کام کرے تو "A" اور عذاب "D" پر آ کر نازل ہو جائے۔ اگر ان وجوہات کی بناء پر عذاب نازل ہونا ہوتا تو پھر ان لوگوں پر ہوتا جنھوں نے اس کی sanction دی تھی نہ کہ اس غریب ریڑھی والے پر جو وہاں پر مزدوری کر رہا تھا تو ان کا یہ بیان قابل مذمت ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ جی، میاں افتخار حسین چھچھر صاحب!

میاں افتخار حسین چھچھر: جناب سپیکر! یہ تحریک پیش ہو چکی ہے اور جواب کے لئے pending تھی۔

جناب سپیکر: ہاں! اس کا جواب آنا تھا۔ جی، وزیر قانون!

ایس ایچ او تھانہ حجرہ شاہ مقیم (اوکاڑہ) کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میرے پاس جواب آگیا ہے۔ اس تحریک استحقاق کے دو حصے ہیں۔ ایک تو اس میں کچھ facts مقدمات کے اندراج سے متعلقہ ہیں اور دوسرا محترم رکن کے استحقاق کا معاملہ ہے۔ جہاں تک ان کے استحقاق کا معاملہ ہے تو میں اس تحریک استحقاق کی مخالفت نہیں کرتا لیکن میری استدعا صرف یہ ہے کہ اگر اس کیس کے merits پر جائیں تو ملزمان نے 28 تاریخ تک ضمانت کروائی ہوئی ہے۔ اگر اس سے پہلے تحریک استحقاق انہی facts پر ہم admit کر لیتے ہیں تو لامحالہ اس نے عدالت میں معاملات کو affect کرنا ہے کہ یہ معاملات ہی غلط تھے جن کی بنیاد پر پنجاب اسمبلی میں تحریک استحقاق بھی منظور ہو چکی ہے لہذا میری استدعا ہے،

میں اس تحریک استحقاق کو قطعی طور پر oppose نہیں کرتا۔جہاں تک ان کے استحقاق کا تعلق ہے میں اتفاق کرتا ہوں کہ ایک معزز رکن کے احترام میں اگر فرق آیا ہے تو اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے پاس جانا چاہئے لیکن جہاں تک مقدمے کے merits کا تعلق ہے تو اس کی 28 تاریخ ہے اور میری ذاتی رائے یہ ہے کہ لامحالہ اگر آج ہم اس کو admit کریں گے، جس کو میں concede کر رہا ہوں کہ آپ بے شک admit فرمالیں لیکن ultimately یہ مقدمے کے merits کو affect کرے گی لہذا اس لئے میری استدعا ہے کہ اس تحریک کو دو دن کے لئے pending کر لیں۔28 کو وہ bail dispose ہو جائے اس کے بعد آپ بے شک اس کو admit فرمالیں۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میں استحقاق کمیٹی کا ممبر ہوں اور یہ ممبر موصوف آزاد منتخب ہوئے تھے اور اس کے بعد (ق) لیگ میں شامل ہو گئے۔ میں نے پچھلے چار ساڑھے چار سال میں دیکھا ہے کہ 90 فیصد کیس ایسے ہیں کہ جن میں یہ ایم پی اے دھونس اور دھاندلی چلانا چاہتے ہیں۔جب وہاں پر دھونس اور دھاندلی ان کی حکومت ہونے کے باوجود نہیں چلتی تو یہ ایس ایچ او کے خلاف تحریک استحقاق دے دیتے ہیں اور اسے بلیک میل کرتے ہیں۔ میں یہاں پر زور دیتا ہوں کہ اس تحریک کو کمیٹی کے سپرد نہ کیا جائے بلکہ اسے reject کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کس capacity میں زور دیتے ہیں؟

راجہ ریاض احمد: جناب! میں اسمبلی کا ممبر ہوں۔ میں کوئی خیرات میں تو یہاں نہیں آیا۔ میں اس اسمبلی کا ممبر اور پنجاب اسمبلی میں سب سے زیادہ ووٹ لے کر آیا ہوں۔ میں دو ہزار، سات سو یا تین سو ووٹ لے کر نہیں جیتا، میں 22 ہزار ووٹوں سے جیت کر آیا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اگر 40 ہزار ووٹوں سے بھی جیتیں تو پھر بھی آپ کا یہ privilege نہیں بنتا کہ تحریک استحقاق پر آپ کوئی فیصلہ دیں۔ اس پر mover نے بات کرنی ہے اور حکومت کی طرف سے جواب آئے گا۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میں بطور ممبر اپنی رائے دے سکتا ہوں کہ یہ ممبران ناجائز کام کروانے کے لئے دباؤ ڈالتے ہیں اور بلیک میلنگ کے لئے یہ طریقے استعمال کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ میں یہ تحریک استحقاق in order قرار دیتا ہوں اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔

میاں افتخار حسین چھچھر: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ جناب! میں دو منٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کی تحریک استحقاق accept کر لی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اگلی تحریک شیخ اعجاز احمد صاحب کی ہے۔ یہ move ہو چکی ہے اور جواب آنا تھا۔

استحقاق کے باوجود جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر منصور بختاوری کا معزز رکن اسمبلی سے میڈیکل ٹیسٹ کی فیس وصول کرنا

(---جاری)

وزیر صحت: جناب سپیکر! میرے پاس بڑا خوبصورت لکھا لکھایا جواب آیا ہے لیکن چونکہ ان کے والد صاحب علاج کے لئے گئے تھے، یہ بڑا sensitive معاملہ ہے۔ میں نے شیخ صاحب سے بھی درخواست کی ہے لہذا اس کو آج pending کر لیں۔ میں ذرا شیخ صاحب سے بات کر لوں تو پھر انشاء اللہ اس کو take up کر لیں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں تھوڑا سا اس وقت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عرض کروں گا کہ پی ایچ اے کے ملازمین کو کنفرم کیا گیا ہے۔ یہ خوش آئند بات ہے۔ ہمارا یہ جو اسمبلی کا ایوان ہے اس میں ہم روزانہ آتے ہیں اور ملازمین ہمارے گھر کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ روزانہ ہمارا ان کے ساتھ interaction ہوتا ہے تو اسمبلی ملازمین بھی اس بات کے منتظر ہیں۔ یہاں پر جو ایڈہاک basis پر یا ورک چارج basis پر ہیں ان کو بھی ریگولر کرنے کے بارے میں consider کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ دیکھ لیتے ہیں، وہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اگلی تحریک رانا ثناء اللہ خان صاحب کی ہے۔ جی، رانا صاحب!

ڈائریکٹر کنسٹرکشن اینڈ ریونیو اور ایم ڈی واسا فیصل آباد کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں حال میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ تحریک التوائے کار نمبر 07/251 مورخہ 5۔ مئی 2007 میری طرف سے جمع کروائی گئی۔ WASA حکام فیصل آباد نے علم ہونے پر پہلے سفارشی اور بعد ازاں بے جا دباؤ کا حربہ اختیار کیا اور متعدد جارحانہ، انتقامی اقدامات کئے۔ جن میں میرے حلقہ میں جاری کام بند کروانا، ایک عزیز کا فیصلہ شدہ ریکوری کیس re-open کر کے اس کے وارنٹ گرفتاری جاری کرنا شامل ہے۔ میں نے اس بارے میں متعلقہ ڈائریکٹر Construction & Revenue سے رابطہ کی کوشش کی۔ جنھوں نے دانستہ طور پر رابطہ کرنے سے گریز کیا جب ایم ڈی واسا سے رابطہ کیا تو ان کا رویہ جارحانہ اور تکبرانہ تھا۔ جیسے انہیں عوامی نمائندے کا کوئی بار نہ ہے اور پیغام in between the line متذکرہ بالا ہی تھا۔ یہ نہ صرف مجھے بطور رکن صوبائی اسمبلی اپنے آئینی و قانونی رول ادا کرنے سے روکنے کے مترادف ہے بلکہ میرے حلقہ کے عوام کی حق تلفی کے مترادف ہے جس سے میرا بطور رکن استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر ہاؤسنگ! تشریف نہیں رکھتے۔ رانا صاحب! چونکہ وزیر صاحب تشریف نہیں رکھتے تو کیا اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کر لیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: تو یہ تحریک استحقاق کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب میں سیکرٹری اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

سید علی عباس بخاری

سیکرٹری اسمبلی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معزز ممبران کی رخصت کی درخواستیں ہیں۔ پہلی درخواست سید علی عباس بخاری پی پی۔164 کی طرف سے ہے۔

"It is submitted that I had to go to UK due to some personal reasons and so could not attend the

Assembly session from 1st March 2007 to 4th March 2007. It is requested that leave for the above mentioned period may kindly be granted to me."

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

انجینئر عمران اشرف

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست جناب انجینئر عمران اشرف ایم پی اے پی پی 123 کی جانب سے ہے۔

"گزارش ہے کہ مورخہ 5۔تا 12 مارچ 2007 نجی وکاروباری مصروفیات کے سلسلہ میں بیرون ملک ہونے کی وجہ سے جاری اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا ایام کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔" شکریہ

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

مسز میمونہ نبیل

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست مسز میمونہ نبیل ایم پی اے ڈبلیو۔347 کی جانب سے ہے:

"I am sick and unable to attend 29th session of the Assembly. It is, therefore, requested that my absence from this session may very kindly be treated as leave."

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

ملک رضا شاہد وسیر

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست ملک رضا شاہد وسیر ایم پی اے پی پی۔53 کی جانب سے ہے:

"It is respectfully submitted that due to some personal reasons I am busy and I am unable to attend the forthcoming 30th session. Leave for the same may kindly be granted. "

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

انجینئر عمران اشرف

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست انجینئر عمران اشرف ایم پی اے پی پی-123 کی جانب سے ہے:

"گزارش ہے کہ مورخہ 12-جون 2007 تا 20-جولائی 2007 نجی مصروفیات کے سلسلہ میں بیرون ملک ہونے کی وجہ سے جاری اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا ایام کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

مسز میمونہ نبیل

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست مسز میمونہ نبیل ایم پی اے ڈبلیو-347 کی جانب سے ہے۔

"It is respectfully submitted that due to some personal reasons I am busy and I am unable to attend the current on-going 30th session. Leave for the same may kindly be granted."

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

محترمہ عابدہ جاوید

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست محترمہ عابدہ جاوید ایم پی اے ڈبلیو۔359 کی جانب سے ہے:

"گزارش ہے کہ میں مورخہ 12۔مئی 2007 سے سعودی عرب اپنی فیملی کے ساتھ اپنے خاوند کے پاس آئی ہوئی ہوں۔ میری واپسی انشاء اللہ 22۔جون 2007 کو ہو رہی ہے۔ رخصت منظور کی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

جناب عبدالرشید بھٹی

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست جناب عبدالرشید بھٹی ایم پی اے پی پی۔161 کی جانب سے ہے۔

"گزارش ہے کہ میں نجی مصروفیات کے سلسلہ میں بیرون ملک ہونے کی وجہ سے جاری بجٹ اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا پورے اجلاس میں مورخہ 11۔جون 2007 تا اختتام اجلاس رخصت عنایت فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: شکریہ

سرکاری کارروائی

بجٹ

ضمنی بجٹ برائے سال 07-2006

اور اضافی بجٹ برائے سال 01-2000 پر بحث

جناب سپیکر: اب ہم ضمنی بجٹ برائے سال 07-2006 اور اضافی بجٹ برائے سال 01-2000 پر عام بحث شروع کرتے ہیں۔ بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف جناب قاسم ضیاء کی تقریر سے ہوگا اور پھر آخر میں وزیر خزانہ بحث کو wind up کریں گے۔ اس سے پہلے کہ میں ان کو تقریر کی

دعوت دوں۔ جملہ اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ جو اراکین اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام کی چٹیں میرے پاس بھجوا دیں۔ چونکہ قاسم ضیاء صاحب تشریف نہیں رکھتے تو کیا رانا صاحب! آپ بسم اللہ کریں گے؟

رانا ثناء اللہ خان: جی۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس سال جو ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے اس کا مجموعی حجم تقریباً 70۔ارب روپے کے قریب ہے۔ اس میں زیادہ خرچہ دو تین محکموں پر کیا گیا ہے۔ محکمہ پولیس میں 7.5۔ارب روپے کے قریب ہے۔ ہیلتھ سروسز میں 3.5۔ارب روپے کے قریب ہے۔ miscellaneous میں 8.5۔ارب روپے کے قریب ہے۔ ڈویلپمنٹ میں 26۔ارب روپے کے قریب ہے اور گورنمنٹ بلڈنگ میں 4۔ارب روپے سے اوپر خرچ کیا گیا ہے۔

جناب والا! ضمنی بجٹ کے حوالے سے financial rules میں جو لکھا ہے وہاں ہر جگہ یہ بات common ملتی ہے کہ حکومت اس معزز ایوان کی منظوری کے بغیر یہ اخراجات کرتی ہے۔ رولز یہ ہیں کہ حکومت نے پورے سال میں جو بھی خرچ کرنا ہے ہاؤس سے اس کے ایک ایک پیسے کی prior permission ہونی چاہئے۔ صرف ایمرجنسی اور ایسے منصوبہ جات جو پہلے سے شروع ہوں لیکن ان کی completion اس منظور شدہ فنڈ میں نہ ہو سکتی ہو اور ان کی completion کے لئے کچھ پیسے درکار ہوں تو اس کے لئے اجازت ہے کہ حکومت پہلے خرچ کر لے اور پھر بعد میں ضمنی بجٹ کے طور پر اس ہاؤس سے منظوری حاصل کر لے۔ اس میں قطعی طور پر یہ بات نہیں آتی کہ آپ گلیوں کے سولنگ لگوائیں، لوگوں کو سیوریج سکیمیں دیں یا کسی کو oblige کرنے کے لئے نئے سرے سے منصوبوں کا آغاز کریں۔ جہاں تک میں نے دیکھا ہے 'ڈویلپمنٹ اخراجات میں ایک لمبی لسٹ ہے۔ یہ لسٹ صفحہ نمبر 222 سے شروع ہوتی ہے اور 587 تک جاتی ہے۔ انھوں نے صفحہ نمبر 240 میں تین کروڑ روپے کا خرچ ظاہر کیا ہے لیکن اس میں لکھا ہے کہ establishment of Project Management Unit for Lahore Ring Road اسی طرح سے establishment of Project Management Unit for construction of Sialkot - Lahore Motorway جیسے میں نے پہلے ذکر کیا تھا کہ ان دونوں منصوبوں کے لئے اس سال بھی رقم رکھی گئی ہے اور پچھلے سال بھی اس پر غالباً

23۔ارب روپیہ رکھا گیا تھا لیکن ابھی تک ان دونوں منصوبوں کی progress 10/15 percent سے زیادہ نہیں ہوئی۔ان کے لئے فنڈز رکھے گئے تھے اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ وہ فنڈز short ہو گئے تھے اور ان کو اس حوالے سے دو اور تین کروڑ روپے کی اضافی رقم ضمنی بجٹ کے حوالے سے خرچ کرنا پڑی۔

جناب والا! میں محترم وزیر خزانہ کی توجہ دلاؤں گا کہ صفحہ نمبر 242 سے صفحہ نمبر 287 تک ڈرینج سکیم، ڈرینج سکیم، سولنگ اور اس قسم کی سکیمیں ہیں۔یعنی یہاں پر کسی سکیم کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سکیم پہلے سے شروع تھی اور ان کے لئے مزید اتنے فنڈز درکار تھے۔اگر یہ درکار فنڈز نہ دیئے جاتے تو پھر اس کا نقصان ہوتا۔میں گزارش کرتا ہوں کہ ان سکیموں کے ذریعے لوگوں کو oblige کیا گیا ہے اور ان میں کچھ اضلاع ایسے ہیں جن کے لئے زیادہ فنڈز allocate کئے گئے ہیں۔میرا ایک تو یہ اعتراض ہے کہ ضمنی بجٹ اس مقصد کے لئے نہیں ہوتا کہ آپ اس طرح سے لوگوں کو oblige کریں اور اخراجات کریں۔آگے انھوں نے بلڈنگ میں 4۔ارب روپے کے قریب خرچ کیا ہے۔اس کی بھی ایک لمبی فہرست ہے اس لئے میں صرف ایک دو صفحات کا ہی حوالہ دوں گا کہ صفحہ نمبر 595 پر 35 لاکھ کی رقم جمنیزیم ہال کے لئے ہے۔

Shed improvement of reception room and security arrangements near can't gate

جناب والا! 35 لاکھ بڑی رقم ہے جسے شیڈ یا جمنیزیم ہال پر خرچ کیا ہے۔پھر گورنر ہاؤس سے متعلقہ گیسٹ ہاؤس کی renovation کے لئے 26 لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔اس کے بعد فرسٹ فلور کی construction of an additional block ہے اس میں پچاس لاکھ روپے خرچ کئے گئے ہیں۔اس کے بعد پھر کمروں کی improvement کے لئے اس میں بھی پچاس لاکھ وپے خرچ کئے گئے ہیں۔یہ کمرے جن کا یہاں پر ذکر کیا گیا ہے Room No.1 & 2 اب یہ 50 لاکھ روپے کی رقم ہے اور یہ construction بھی نہیں ہے یہ صرف renovation ہے اور improvement ہے یعنی پچاس پچاس لاکھ روپے کی جو improvement ہے اور فی کمرہ دس دس لاکھ روپے بنتے ہیں۔یہ کس قسم کی improvement ان کمروں میں کرتے ہیں اور ان کمروں میں یہ کیا کرتے ہیں۔

جناب والا! یہ گورنمنٹ ہاؤسز کے ساتھ گیسٹ ہاؤسز بنائے گئے ہیں ان کمروں کو یہ

سونے کے علاوہ کس مقصد کے لئے استعمال کرتے ہیں کہ وہاں پر تقریباً انہوں نے دو کروڑ روپے renovation پر خرچ کیا ہے۔ یہ کس چیز کی improvement کرتے ہیں۔ سنا ہے کہ wash rooms میں کوئی اس قسم کی مشین لگتی ہے جو آدمی کے جسم کو stimulate کرتی ہے یا اس کے muscles کو stimulate کرتی ہے۔ راجہ صاحب مسکرا رہے ہیں شاید ان کو اس قسم کے گیسٹ ہاؤسز میں ٹھہرنے کا یا جانے کا اتفاق ہوا ہو لیکن یہ ظلم ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! مجھے اب تک اتفاق ہوا ہے اور نہ ہی کوئی ایسی بات ہے۔ میں مسکرا رہا تھا ان کی ذہنی اڑان پر کہ یہ کہاں تک ذہنی طور پر سوچ کر بات کر رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! راجہ صاحب کو میری سوچ پر اگر اعتراض ہے تو یہ فرما دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: ہمیں سوچ پر اعتراض نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: یہ کہ 50 لاکھ روپے سے جس کمرے کی improvement ہو رہی ہے اس کا یہ مجھے بجٹ بنا کر دکھا دیں کہ انہوں نے اسے کہاں پر خرچ کیا ہوگا۔ ان سہولیات کے بعد وہاں پر آدمی نے اگر سونا ہی ہے تو پھر کیا 50 لاکھ روپے میں کوئی ایسی مشین لگائی ہے کہ وہ سونے میں مدد دیتی ہے۔ یعنی یہ 35 لاکھ روپے ایک ہے، 50 لاکھ روپے ایک ہے پھر 50 لاکھ روپے ایک ہے۔ راجہ صاحب گیلری سے جواب مانگ رہے ہیں میرا تو خیال ہے کہ راجہ صاحب مہربانی فرمائیں اور ان گیسٹ ہاؤسز میں جا کر ایک آدھ مرتبہ ٹھہریں۔

جناب والا! اگلے صفحے پر ہے construction/improvement of Gymnasium Hall/car parking shed. یہ پھر 28 لاکھ روپے کی رقم ہے۔ اسی طرح سے یہ construction of VIP hangar ہے اس میں 8 کروڑ 72 لاکھ 67 ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ تو میں راجہ صاحب کو کہوں گا کہ میری بات پر تو حیرانگی ہوتی ہے لیکن یہ آپ بتائیں کہ یہ آٹھ کروڑ روپے کی رقم آپ ضمنی بجٹ سے خرچ کر رہے ہیں اور ایک وی آئی پی بھی آپ نے بنایا ہوا ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہاں پر کیا خرچ کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد next پر آ جاتے ہیں Addition alteration and improvement of new Chief Minister's House Secretariat 8 Club Road. یہ بھی کوئی 62 لاکھ روپے کی رقم ہے۔ ہم نے تو اب تک یہی سنا تھا ہمیں وہاں پر جانے کا اتفاق تو نہیں ہوا وہ ایک نئی بلڈنگ بنی ہے اور بڑی اچھی بلڈنگ بنی

ہے اور وہاں پر بڑی سہولتیں ہیں۔ اب پتا نہیں ان کو وہاں پر کیا ضرورت پڑ گئی ہے کہ مزید 62 لاکھ روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ یہ ایک ارب 38 کروڑ روپے کے علاوہ ہے یعنی اگر وہاں پر کوئی بلڈنگ بنانی ہے تو پھر بھی پیسے ضمنی بجٹ سے ہیں اگر وہاں پر کوئی لائٹیں لگانی ہیں تو وہ بھی ضمنی بجٹ سے اور 11 لاکھ روپے سے وہاں پر لائٹوں کی improvement کی ہے۔ کوئی بیرکس بنانی ہے تو اس کے بھی پیسے علیحدہ ہیں۔ میرے خیال میں ایک ارب اور 38 کروڑ روپے میں مسالچی مسالے ہی کھانے پلانے کے لئے ڈالتے ہیں۔ باقی ہر کام یہاں پر بلڈنگ کے کھاتے ہی میں ہیں۔ یہاں پر کوئی ایسی بلڈنگ تو ہو جس کے متعلق یہ کہہ سکیں کہ جناب! یہ بلڈنگ بڑی ضروری تھی اس سے اس ملک کے غریبوں کا یا اس ملک کے عوام کا کوئی بھلا ہونا تھا۔ پھر اس کے بعد ایک provision ہے 100 KV Generator in Chief Minister's House Murree. یہ پتا نہیں وہاں پر جا کر ٹھہرے ہیں یا نہیں ٹھہرے لیکن 27 لاکھ روپے انہوں نے وہاں پر خرچ کر دیا ہے۔ یہ صرف ایک جنریٹر پر لگا دیا ہے اور یہ بھی نہیں پتا کہ وہاں پر لوڈ شیڈنگ زیادہ ہوتی ہے یا کم ہوتی ہے۔ اسی طرح سے پنجاب ہاؤس مری میں بھی 2 کروڑ 19 لاکھ 59 ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں اور یہ ایک اور provision ہے۔ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ خدا کا خوف کریں، عوام پر رحم کریں۔ اسی طرح سے آپ اس کو پڑھتے جائیں آگے سے آگے یہی پوزیشن ہے۔ اس طرح یہ تقریباً 4 ارب روپے کی رقم ہے جو انہوں نے اس طرح سے خرچ کی ہے اور میں تو یہی کہوں گا کہ سپلیمنٹری بجٹ جس کو ایمرجنسی بجٹ ہی کہا جا سکتا ہے جو کسی ایمرجنسی ضرورت کے تحت خرچ کرنا پڑتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایمرجنسی تو ان معاملات میں کوئی نہیں تھی اگر راجہ صاحب برا نہ منائیں تو [*******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ عیاشیاں تو کرتے ہیں آپ کو بھی پتا ہے مجھے بھی پتا ہے۔

چودھری صبغت اللہ (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری صبغت اللہ (ایڈووکیٹ): جناب والا! کیا یہ رات کو یہاں پر کوئی گولیاں بھی فروخت فرمائیں گے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ اگر ان کو گولیاں چاہیئں تو اس کا بندوبست میں کر دوں گا۔ اگر چودھری صاحب کو چاہیئں تو مل جائیں گی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ اصل بات پر آئیں۔ اپنی بات جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اصل بات تو پھر یہی ہے کہ یہ بڑی زیادتی ہے اور ان لوگوں نے مسلسل چار سال سے ان کا جو financial discipline ہے وہ خراب ہے اور پچھلے سال بھی یہی رونا یہاں پر رویا گیا تھا لیکن اس کے جواب میں راجہ صاحب نے کہا تھا کہ یہ ایک حمام ہے اور اس حمام میں سب ننگے ہیں۔ پہلے بھی یہی کچھ ہوتا رہا ہے اور اب بھی یہی کچھ ہو رہا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو کچھ بھی ہوتا رہا ہے یا ہو رہا ہے۔ راجہ صاحب اس بات سے تو اتفاق کریں گے کہ یہ بند ہونا چاہئے یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر پچھلے سال یہ سب کچھ آپ کے نوٹس میں آ گیا تھا کہ یہ حمام ہے اور اس میں سارے ننگے ہیں تو کم از کم ان حکمرانوں کو اپنا ننگ تو ڈھانپنا چاہئے تھا۔ اس سال میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی figures نہیں ملنی چاہیئں تھیں لیکن افسوس یہ ہے کہ یہاں پر ہونے والی جو بحث ہے اس کا رزلٹ بحث برائے بحث ہے۔ ان کے کانوں پر کوئی جوں تک نہیں رینگی اور یہی وجہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب وہ وقت آ رہا ہے کہ انہوں نے پچھلے چار پانچ سال میں جس طرح سے فنانشل رولز کو overrule کر کے جس طرح سے عیاشیاں کی ہیں اور جس طرح سے یہ اخراجات کئے ہیں تو اب یوم حساب قریب ہے اس میں ان سے سارا حساب لیا جائے گا۔ اب اس میں miscellaneous یعنی متفرق کی مد میں 8.5 ارب روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ اس کی بھی ایک دو جھلکیاں میں معزز ایوان کی خدمت میں پیش کروں گا۔ صفحہ 195 سے شروع ہوتا ہے اور یہ کافی لمبا head ہے اور اس میں آپ دیکھ لیں کہ متفرق میں ایک مد انہوں نے درج کی ہے اور یہ Grant to Punjab Bait-ul-Mal ہے اور اس کے بعد write off loans ہیں یہ write off loans ہے لیکن اس کی یہاں پر کوئی تفصیل نہیں دی گئی۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ write off loans جو ہے کس مقصد کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ 7 کروڑ روپے کی ایک رقم ہے،

اگر یہ رقم بیت المال سے دی گئی اور اس کے بعد پھر اس کو subsidizes کیا گیا اور اس کو write off کیا گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی زیادتی ہے اور اس کی تفصیل اس کتاب میں available نہیں ہے۔ اس کے بعد پھر دو کروڑ روپے کی ایک رقم ہے، اس کے بعد پھر دس لاکھ روپے کی ایک رقم ہے اسی طرح سے پھر آگے پانچ لاکھ روپے کی رقم ہے اور اس کے بعد بھی کافی items آتی ہیں۔ یہ تقریباً 12 کروڑ روپے کی رقم ہے جو write off loan کیا گیا ہے۔ کن لوگوں کو کیا گیا ہے، کن اداروں کو کیا گیا ہے، کن کو favour دی گئی ہے اس کے متعلق تفصیل جو ہے وہ کم از کم اس کتاب میں تو موجود نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی misappropriation کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کے علاوہ اسی طرح سے پھر یہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کو اور تحصیل گورنمنٹس کو بھی پیسے دیئے گئے ہیں ان کی بھی کوئی تفصیل نہیں ہے کہ وہ کس مقصد کے لئے دیئے گئے ہیں اور جب ان گورنمنٹس کے لئے پیسے انہوں نے رکھے تھے تو پھر کیوں انہوں نے پیسے صحیح طور پر خرچ نہیں کروائے۔ اس کے بعد پھر ایک لمبی لسٹ ہے اور وہ لسٹ اس طرح سے ہے کہ Provision of gas to village of Attock District. کس village کو ہے کوئی پتا نہیں۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن: جناب سپیکر! یہ گیس میرے گاؤں کو دی گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس کے بعد پھر دوبارہ ہے۔ Funds under Attock package. کرنل صاحب! یہ بھی آپ کو دیا گیا ہے۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن: جناب سپیکر! اٹک کو دو پیکجز آئے ہیں۔ ایک میرے گاؤں کو آیا ہے دوسرا اور کسی علاقے میں آیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ دونوں کا اٹک ہی لکھا ہے اور یہ 11 کروڑ روپیہ ہے یعنی جو سب کا حصہ ہے وہ بھی انہیں ملا ہوگا لیکن انہیں علیحدہ سے یہ 11 کروڑ روپیہ دے دیا گیا اور یہاں پر اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی undue favour ہے۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کرنل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن:جناب سپیکر!وہاں پر یہ گیس غریب عوام کو دی گئی ہے اور میں اس پر چیف منسٹر پنجاب کا شکر گزار ہوں۔ان کا کوئی حق نہیں ہے کہ یہ اس قسم کے project کو criticize کریں جو کہ عوام کے مفاد میں ہو۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!کیا غریب عوام صرف اٹک میں ہی رہتے ہیں کیونکہ وہاں سے وزیراعظم صاحب نے الیکشن لڑا ہے۔باقی سارے ملک کے غریب عوام کا کوئی حق نہیں ہے۔اگر تو آپ نے سب ممبران کے حلقوں کو یہ 11/11 کروڑ روپیہ دیا ہے تو پھر تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔کرنل صاحب!میرا خیال ہے کہ آپ کے حلقے سے ایم این اے شاید وزیراعظم ہوں گے۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن:وزیراعظم صاحب نے میرے حلقے سے ایم این اے کا الیکشن نہیں لڑا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!وہاں پر کوئی ڈسٹرکٹ ناظم کا مسئلہ ہے یا وہاں پر کوئی کرنل صاحب کا مسئلہ ہے کہ وہاں کے غریبوں کے اوپر تو اتنی مہربانی ہے لیکن باقی غریبوں کا کوئی حق نہیں ہے۔میرے حلقے میں غریب نہیں رہتے۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،کرنل صاحب!

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن:جناب سپیکر!اٹک پسماندہ ضلع ہے۔اگر اس کو آپ باقی ضلعوں کے ساتھ compare کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ غربت اٹک میں ہے۔ہم نے چیف منسٹر پنجاب کو request کی تھی کہ آپ نے ہر جگہ اتنے فنڈز دیئے ہیں ہمیں بھی گیس کے لئے فنڈز دے دیں۔وہاں کے لوگ اس پر بڑے خوش ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب حکومت اور چیف منسٹر کا یہ ایک بہت بڑا قدم ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔جی،رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!اسی طرح سے Grant to TDCP for clearance of outstanding payments pertaining to Lahore Merathan. یہ ایک کروڑ 65 لاکھ کی رقم ہے۔جب میراتھن ریس ہوئی تو اس وقت پوری قوم کو یہ بتایا گیا کہ یہ سارا این جی اوز

کر رہی ہیں اور یہ مفت ہو رہی ہے۔ اس میں گورنمنٹ کچھ خرچ نہیں کر رہی بلکہ اس میں سے کچھ پیسے ملیں گے کیونکہ وہاں پر advertisement کے لئے مختلف کمپنیوں کو ٹھیکہ دیا گیا تھا۔ اب یہاں پر انہوں نے سرکاری خزانے کو ایک کروڑ اور 65 لاکھ کا ٹیکہ لگا دیا ہے۔ یہاں پر لفظ clearance لکھا ہے اس کا مطلب ہے کہ پیسے زیادہ تھے۔ اس سے پہلے انہوں نے کوئی payment کی ہو گی اس کے بعد کوئی liability رہی اور اس کو clear کرنے کے لئے ایک کروڑ 65 لاکھ روپیہ انہوں نے دوبارہ دیا تو اس طرح کی مہنگی میراتھن ریسز جن کا کوئی جواز ہے اور نہ ہی کوئی فائدہ ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ کسی کو 10 لاکھ، کسی کو 5 لاکھ، کسی کو 2 لاکھ۔ یہ ایک لمبی فہرست ہے اور لوگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں اور کسی کا کوئی پتا نہیں ہے کہ وہ کون ہے۔ صرف فلاں ولد فلاں لکھا ہوا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ اس کو 2 لاکھ دیئے گئے ہیں، اس کو 3 لاکھ دیئے گئے ہیں۔ جو رقم صرف double & triple digest میں جاتی ہے میں نے صرف اس کو underline کیا تھا اور اس کی ایک لمبی لسٹ ہے۔ یہاں پر Purchase of spare parts for MI 17 Helicopter. اگر اس ہیلی کاپٹر کو پرزوں کی ضرورت تھی تو پھر انہیں پہلے معلوم ہونا چاہئے تھا اور اس کو بجٹ میں رکھ کر پاس کرواتے لیکن اس 9 کروڑ 87 لاکھ اور 72 ہزار روپے کی رقم کو متفرق اخراجات میں ڈالا ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاید اس ہیلی کاپٹر کی اپنی amount بھی نہ ہو جتنے کے انہوں نے spare parts خریدے ہیں۔

جناب والا! آپ اس 11 کروڑ کو دیکھ لیں اور اس کے بعد آپ اس رقم کو دیکھ لیں۔ جیسے کرنل صاحب نے کہا کہ 11 کروڑ میں ان کے ضلع کے غریبوں کی بہتری ہو گئی اور اس کے بعد 9 کروڑ روپے صرف ایک ہیلی کاپٹر کے پرزے خریدنے کے لئے انہوں نے خرچ کئے۔ موجودہ حکمرانوں نے اس قسم کے جو اخراجات کئے ہیں تو اس سے میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے financial rules کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس کے علاوہ جو پولیس کو پیسے دیئے گئے ہیں اس بارے میں cut motion پر سیر حاصل بات ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ میں نے health services کو بھی تھوڑا سا analyze کیا ہے اس میں بھی انہوں نے لوگوں کو کوئی ایسی سہولت نہیں دی کہ جس کے متعلق کہا جائے کہ جناب! بڑی ایمرجنسی تھی اس لئے انہیں پیسے خرچ کرنے کی ضرورت تھی لہذا انہوں نے totally financial rules کی خلاف ورزی کی ہے اور اگر انہوں نے یہ رقم خرچ کی بھی ہے تو یہ اس طرح سے خرچ نہیں کی کہ اس سے کوئی عوام کی بہتری ہوتی یا

کوئی ایسے منصوبوں کی تکمیل ہوتی جو منصوبے عوامی بہتری کے لئے تھے اور ان کے رکنے کی صورت میں لوگوں کوunbearable lossہوتا یاان منصوبوں کی رقم میں زیادتی ہوتی تو میں سمجھتا ہوں کہ حسب سابق اور حسب روایت ان حکمرانوں نے یہ پیسے اپنی عیاشیوں کے لئے اور لوگوں کوbribeکرنے اور لوگوں کوwin overکرنے کے لئے خرچ کئے ہیں اور اس طرح سے سرکاری خزانے اور عوامی پیسے میں خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، احسان الحق احسن نولاٹیا صاحب!

چودھری تسنیم ناصر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری تسنیم صاحب!

چودھری تسنیم ناصر: شکریہ۔ جناب سپیکر۔ میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ باعث شرم بات یہ ہے کہ یہاں ایک پمفلٹ تقسیم کیا گیا ہے اور یہ ممبران صوبائی اسمبلی اور ممبران قومی اسمبلی کوby postبھیجا گیا ہے۔ یہ پمفلٹ انگلش میں چھپا ہوا ہے جس میں جناب عمران خان اور سیتا وائٹ کے متعلق بے بنیاد سے انٹرویوز ہیں۔ دیکھنے والی یہ بات ہے کہ اگر یہ ہاؤس میں تقسیم ہوا ہے اور ممبران کو بھیجا گیا ہے تو اس کے پیچھے کون ہے اور ممبر صوبائی اسمبلی ہو یا ممبر قومی اسمبلی ہو، چاہے اپوزیشن بنچوں سے ہو یا ٹریژری بنچوں سے ہو اسے اس حد تکdegradeکرنا، میں سمجھتا ہوں کہ باعث شرم بات ہے۔ میں اس چیز کی مذمت کرتا ہوں۔ چاہے یہ ایم کیو ایم نے بھیجا ہے اور چاہے کسی اور ایجنسی نے یہ ریت ڈالی ہے۔ میں آپ سے یہ سوال کروں گا اور یہ میرا ایکpointبھی بنتا ہے کہ اگر ہاؤس میں تقسیم ہوا ہے تو میرے خیال میں یہ آپ کی اجازت کے بغیر یہاں تقسیم نہیں ہونا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر: یہ کہاں سے ملا ہے آپ کو؟

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! اس میں ایکpoliticianکے متعلق بے بنیاد سے انٹرویوز ہیں۔

جناب سپیکر: یہ پمفلٹ آپ نے کہاں سے لیا ہے؟

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! یہ مجھےby postبھی ملا ہے اور ہاسٹل میں بھی تقسیم ہوا ہے۔

جناب سپیکر: یہ کسی اور ڈیسک پر نہیں ہے۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! یہ یہاں پر بھی تقسیم ہوا ہے تو اس کو stop کرنا چاہئے یہ بُری روایت ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ کے سوا کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ یہ قطعاً ہاؤس میں تقسیم نہیں کیا گیا، یہ بات کسی Assembly employee اور نہ ہی میرے علم میں ہے جو آپ بتا رہے ہیں اور نہ ہی یہ کسی اور معزز رکن کے ڈیسک سے ملا ہے۔ یہ آپ نے لیا کہاں سے ہے؟

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! یہ مجھے by post ملا ہے اور ادھر ہاسٹل میں بھی تقسیم ہوا ہے۔

جناب سپیکر: پھر آپ یہ تو نہ کہیں کہ یہ ہاؤس میں تقسیم ہوا ہے۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! یہ ہاسٹل میں بھی ہر کمرے کے اندر پھینکا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: یہ کسی کو نہیں ملا۔ کسی اور دوست نے بات نہیں کی۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! سب کو ملا ہو گا پھر یہاں پر کوئی بولتا نہیں ہے۔ سچائی تو یہی ہے۔

جناب سپیکر: ہاؤس میں ایسے پمفلٹ تقسیم نہیں ہو سکتے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ بڑا اہم point تھا جو میرے فاضل دوست آپ کے نوٹس میں لائے ہیں۔ میں بھی ایک دن ہاسٹل میں ٹھہرا تھا جس کمرے میں میں ٹھہرا تھا اس میں بھی یہ پمفلٹ پھینکا گیا تھا۔ راجہ صاحب نے بھی پچھلے اجلاس میں ایم کیو ایم کے رویے کے حوالے سے بات کی تھی اور پورے ملک میں انٹرنیشنل ایجنسیاں اور ہماری نیشنل ایجنسیاں اس بات پر متفق ہیں کہ ایم کیو ایم دہشت گرد تنظیم ہے۔

جناب سپیکر! عمران خان ایک غیرت مند اور خود دار انسان ہے۔ وہ قومی اسمبلی کا ممبر ہے اور ایک پارٹی کا سربراہ ہے۔ اس کے خلاف یہ جھوٹا پراپیگنڈہ ہے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! یہ point of order valid نہیں ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آپ صرف اس پر تحقیق کروالیں کہ یہ ہاسٹل میں تقسیم ہوا ہے کہ نہیں۔ اگر یہ ہاسٹل میں تقسیم ہوا ہے تو یہ بھی آپ کے سیکرٹریٹ کی ذمہ داری ہے۔

جناب سپیکر: ہاسٹل کا میں check کروالیتا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اگر ہاسٹل میں ہوا ہے تو میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ کہوں گا کہ وہ سراغ لگائے کہ یہ کون لوگ ہیں؟

جناب سپیکر: بگو صاحب! اگر آپ ہاسٹل میں مقیم ہیں اور آپ باہر سے کہیں خود ہی لے آتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں ایک رات کے لئے ٹھہرا تھا۔ میں جب کمرے میں گیا تو دروازے کے نیچے سے کسی نے اندر پھینکا ہوا تھا۔

جناب سپیکر! حکومت کو یہ سراغ تو لگانا چاہئے کہ یہ ایم کیو ایم کے کریمینل لوگ اور ایجنٹ جو یہاں پر کام کر رہے ہیں ان کا تو کم از کم پتا چلے۔

جناب سپیکر: میں چیک کروالیتا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! بگو صاحب ابھی فرما رہے تھے کہ عمران خان صاحب ایک خوددار اور اعلیٰ انسان ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ ان کو کس نے اختیار دیا ہے کہ یہ کسی کو برا کہیں اور کسی کو اچھا کہیں۔[*******]

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس پر کوئی بحث تو نہیں ہونی۔

رانا ثناء اللہ خان: عمران خان ہمارا قومی ہیرو ہے اس نے ہمیں ورلڈ کپ جتوا کر دیا۔[*****]

جناب سپیکر: اس issue پر جتنی بھی باتیں ہوئی ہیں۔ میں تمام کی تمام کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ جتنے بھی پوائنٹ آف آرڈر کئے گئے ہیں۔ یہ valid نہیں ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میری ذاتی رائے تھی۔ میں نے اپنی ذاتی رائے کا اظہار کیا تھا اور یہاں پر اس ہاؤس میں ذاتی رائے کا اظہار کرنے سے کسی کو نہیں روکا جا سکتا۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ انھوں نے عمران خان کے بارے میں فرمایا ہے تو کیا ان کے پاس سیتا وائٹ کا نکاح نامہ ہے یا ان کے پاس تصاویر ہیں یا انھوں نے خود عمران خان کو سیتا وائٹ کے ساتھ دیکھا ہے تو یہ ثبوت اسمبلی میں پیش کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، احسان الحق نولاٹیا صاحب!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ضمنی بجٹ 07-2006 حکومت نے پیش کیا ہے۔ حکومت نے گزشتہ سال 274۔ارب کا بجٹ current and development expenditures کی مد میں خرچ کیا کہ ہم یہ سال 274۔ارب میں پورا کریں گے۔ انھوں نے 70۔ارب روپیہ اس پر زیادہ خرچ کیا ہے۔ اس طرح ان کا ضمنی بجٹ 25 فیصد سے زیادہ بنتا ہے۔ میرا حکومت سے پہلا سوال یہ ہے کہ یہ بتائیں کہ اس دنیا میں کوئی بھی ایسا ترقی یافتہ ملک ہے جس نے 25 فیصد بجٹ زائد خرچ کیا ہو۔ اگر انھوں نے زائد خرچ کیا ہے تو یہ کہیں کہ یہ ہماری bad estimation یا یہ کہیں کہ یہ ہماری improvident expenditures ہیں کم از کم یہ تو لازمی کہیں کہ آئین کے آرٹیکل 124 میں ان کو ضمنی بجٹ پیش کرنے کی اجازت تو دی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ Provincial Financial Rules(Book IV) کے اندر تفصیل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے کہ کن حالات میں آپ ضمنی گرانٹس کے طور پر چیزوں کو استعمال کر سکتے ہیں۔ میں بڑے اختصار کے ساتھ ان لفظوں کی طرف توجہ دلا کر آگے نکل جاؤں گا کہ اس میں Provincial Financial Rules (Book IV) میں ہے کہ آئین کے آرٹیکل 124 کے مطابق اگر آپ کو کوئی مجبوری ہو کہ آپ زائد پیسا خرچ کرنا چاہتے ہیں تو وہ پیسا آپ ان رولز کی پابندی کرتے ہوئے استعمال کریں گے۔

جناب سپیکر! پہلے تو یہ کہہ دیا گیا کہ ضمنی بجٹ objectionable in principle ہے پھر یہ کہا کہ ضمنی بجٹ bad estimation of finances ہیں اور پھر یہ کہا کہ

improvident administration of finances of the Province ہیں پھر کہا کہ Province impairs the proper management of the finances of the اور یہ
آپ خرچ کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی اچانک ضرورت آ گئی ہو۔اب وزیر اعلیٰ ہاؤس کی تزئین و آرائش کوئی فوری ضرورت نہیں ہے پھر unexpected ایسے اخراجات کرنا پڑیں تو وہاں آپ ضمنی بجٹ لا سکتے ہیں پھر urgent demands ہیں۔

جناب سپیکر! عوام کے پیسوں کے ساتھ اس سے بڑا اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ کسی بھی ملک کا direct ٹیکسوں کا نیٹ ورک 35 فیصد اور indirect ٹیکسوں کا 60 فیصد نہیں ہے۔اب ہم 65 فیصد بجٹ یوٹیلٹی پر لیتے ہیں اور 35 فیصد direct ٹیکسوں کی صورت میں لیتے ہیں۔میں اس کی وضاحت یہ کر دوں کہ ہم direct ٹیکس لوگوں کی آمدن سے حاصل کرتے ہیں، capital پر حاصل کرتے ہیں جو کہ امیر لوگ دیتے ہیں اور 65 فیصد وہ لوگ ادا کرتے ہیں جو بمشکل اپنی زندگی اور روح کے رشتے کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اور غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارتے ہیں۔اس ٹیکس کو دینے میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کو صوبائی بیت المال گزارے کے لئے پیسے دیتا ہے، فیڈرل بیت المال دیتا ہے اور محکمہ زکوٰۃ و عشر بھی دیتا ہے۔اس دفعہ -/500 روپیہ فی خاندان جو وزیر اعلیٰ صاحب نے اناؤنس کیا ہے جو لوگ -/500 روپیہ اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے حاصل کرتے ہیں وہ بھی اس میں سے indirect ٹیکسوں کی صورت میں -/150 روپے سے زیادہ خزانے میں دے دیتے ہیں۔اس پیسے کو یہ اس انداز میں خرچ کرتے ہیں کہ وزیر علیٰ ہاؤس کی تزئین و آرائش کیا فوری ضرورت ہے یا غیر متوقع ہے یا کوئی urgent demand ہے؟

جناب سپیکر! اگر کسی معاملے میں کوئی exceptional circumstance پیدا ہو چکے ہوں تو وہاں پر آپ ضمنی بجٹ کے طور پر پیسا خرچ کر سکتے ہیں۔اس کی مثال میں یوں دیتا ہوں کہ اگر کسی دریا کے دونوں طرف ایک دو یا تین یا ایک ایک بڑا شہر ہے تو کوئی پل ٹوٹ جائے تو جہاں سے عوام کو انتہائی مشکلات کا سامنا ہو تو وہاں پر وزارت خزانہ کو یہ اختیار ہے کہ وزیر اعلیٰ کی منظوری کے ساتھ ضمنی طور پر کوئی بھی ڈویلپمنٹ کے اخراجات کر سکتے ہیں لیکن اس کے بارے میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ Financial Rules میں بتادیا گیا ہے کہ

> In cases where the Head of the Department is settled before the preparation of the statements of the excesses and surrenders that supplementary grant is

necessary

جناب سپیکر! یہاں پر یہ بات ہے کہ:

He should take action to move for the supplementary demands being laid before the Provincial Assembly in the earliest possible session

جناب سپیکر! وہاں بھی ان کو یہ وضاحت کرنا ہوتی ہے کہ یہ اخراجات ہم کر رہے ہیں اور جب ان کی منظوری وزیراعلیٰ صاحب دے دیں تو اس کے بعد ہونے والے پہلے سیشن کے اندر ان کو منظوری لینا ہوتی ہے۔ اب اس آئین اور رولز کے ساتھ اور کیا بد دیانتی ہو سکتی ہے کہ جو demands انھوں نے اکتوبر میں دی ہیں ان کی منظوری اگلے سال اب جون میں لے رہے ہیں۔ یہ آئین اور رولز کی clear violation ہے۔ یہ Provincial Finance Rules Book IV کا رول 15(8) ہے۔

جناب سپیکر! انھوں نے پھر جو زائد demands کرنا ہوتی ہیں اس کے ایک ایک لفظ کی وضاحت کرنا ہوتی ہے۔ یہاں پر انھوں نے 15(10) میں وضاحت کی ہے کہ:

The administrative Department concerned should forward a memorandum explaining full justification for the supplementary grant. The memorandum should be on the lines of a note and should be self-contained.

جناب سپیکر! بد دیانتی کی انتہا یہ ہے کہ غرباء سے حاصل کئے جانے والے ٹیکس 65 فیصد اور امیروں سے لئے جانے والے ٹیکس 35 فیصد اور اس 65 فیصد پر انھوں نے 25 فیصد سے زائد ضمنی بجٹ پیش کیا ہے کہ انھوں نے 25 فیصد زائد اخراجات کر دیئے ہیں۔ پچھلے سال بھی فنانس منسٹر نے 25 فیصد سے زائد کی وضاحت جب یہاں پیش کی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تخمینوں سے زائد receipts اکٹھے کر لئے ہیں تو ان کو اگر ہم supplementary گرانٹ کے طور پر لے آئیں تو اپوزیشن کو اس پر کیا اعتراض ہے۔ پہلے تو یہ recoveries میں کوئی betterment لائے نہیں ہیں، فرض کر لیں کہ میں ان کی بات مان لیتا ہوں کہ supplementary receipts کے اندر کوئی بہتری لائے ہیں تو receipts کے اندر بہتری لائے جانے سے جو رقم ملتی ہے تو یہ کبھی بھی

اس رقم کو اس justification کی بنیاد پر ضمنی بجٹ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے، اس کی رولز نے بڑی وضاحت کر دی ہے۔ Rule 15 sub Rule 6 میں ہے کہ:

Any increase in receipts in the post budget period should not in itself justify supplementary grant.

جناب سپیکر! ظلم یہ ہے کہ اس بجٹ کے اندر جس کو عوام دوست اور غریب دوست بجٹ کہتے ہیں، اس بجٹ میں، میں دعوے کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ جہاں بھی انہوں نے کوئی embezzlement کرنی ہوتی ہے یا کوئی ایسی رقم خرچ کرنی ہوتی ہے جس کے بارے میں ان کو شک ہوتا ہے کہ اگر یہ ہاؤس کے سامنے لے آئے تو ہاؤس کبھی بھی اس قسم کی گرانٹ کی منظوری نہیں دے گا تو ان گرانٹس کو یہ جان بوجھ کر بجٹ پیش کرتے وقت چھوڑ دیتے ہیں اور جونہی بجٹ پاس ہوتا ہے تو یہ جولائی اگست ستمبر کے اندر ان پر کام شروع کر دیتے ہیں۔ اب یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ جس گرانٹ پر یہ رقم خرچ کر چکے ہوتے ہیں تو ہاؤس کے پاس کیا چارہ ہے کہ وہ ان کو منظور نہ کرے۔ یہ منظور تو automatically ہو ہی جانا ہوتا ہے لیکن انہوں نے رولز، آئین اور تمام ڈیمانڈز کو violate کرنے کی بالکل انتہا کر دی ہے۔ آئین نے اجازت تو دی ہے لیکن بہت زیادہ قدغن لگا کر۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ

راجہ ریاض احمد: اب میری باری ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ کا تو میرے پاس نام ہی نہیں ہے۔

راجہ ریاض احمد: میں نے ابھی چٹ بھیجی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا نام تو ابھی آیا ہے بعد میں آپ کی باری آئے گی۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! ذرا مہربانی کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، بات کریں۔

راجہ ریاض احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ پر اپنی بحث کا آغاز کرنے سے پہلے میں ایک مسئلے کی جانب وزیر خوراک کی توجہ چاہوں گا کہ پچھلے دنوں سے آٹا تیزی سے مہنگا ہو رہا ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میں اپنی بحث کا آغاز کرنے سے پہلے آٹے کے حوالے سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن وزیر خوراک یہاں پر تشریف نہیں رکھتے۔ اس صوبہ پنجاب میں پچھلے پانچ چھ دنوں میں آٹا مسلسل تین چار دفعہ مہنگا ہو چکا ہے۔ میں یہ request کروں گا کہ پنجاب کے غریب عوام پر پہلے بہت زیادہ بوجھ ہیں تو آٹا جو مسلسل مہنگا ہو رہا ہے اس پر کنٹرول ہونا چاہئے اور صوبے کے عوام کو آٹے جیسی بنیادی چیزیں سستی سے سستی ملنی چاہئیں۔

جناب سپیکر! جس طرح ضمنی بجٹ 25 فیصد اضافی خرچ کیا گیا ہے اور اس کے خرچ کرنے میں انہوں نے تعلیم پر، صحت پر اور نہ ہی لاء اینڈ آرڈر پر پیسے خرچ کرنے کی طرف کوئی توجہ دی لیکن انہوں نے تمام تر توجہ وزیر اعلیٰ ہاؤس کی طرف رکھی، وزیر اعلیٰ کے ہیلی کاپٹر کے لئے پیسے رکھے گئے اور پولیس کو انہوں نے بہت زیادہ پچھلے سال بھی پیسے دیئے تھے لیکن لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال جو اس وقت صوبے میں ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اس وقت پورا صوبہ ڈاکوؤں کے کنٹرول میں ہے اور اس طرح لگتا ہے کہ اس صوبہ میں لاء اینڈ آرڈر نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ ہر روز فیصل آباد میں بیس سے پچیس کاریں لفٹنگ ہوتی ہیں، ہر روز بیس سے پچیس ڈاکے پڑتے ہیں اور سٹریٹ کرائمز کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا اور اسی طرح پورے صوبے کا یہی حال ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ اسی صوبے میں، اسی حکومت کے دوران وزیر اغواء ہوئے، اس صوبے میں اس ایوان کے ممبران کے ساتھ جو جو کچھ ہوا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ اس دفعہ پھر انہوں نے 7۔ارب روپیہ محکمہ پولیس کے لئے زیادہ رکھا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ فیصل آباد میں ایک SP ہوتا تھا اور کرائم کنٹرول ہوتا تھا، اگر کسی جگہ کوئی کرائم ہوتا تھا تو اس کو قابو کیا جاتا تھا اب وہاں پر بیس SP ہیں اور ایس ایچ او اور ڈی ایس پی کی تو تعداد نہیں بتائی جا سکتی لیکن کرائم کی یہ پوزیشن ہے کہ وہاں پر کرائم پہلے سے 100 گنا زیادہ بڑھا ہے جو میں دعوے کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ یہ پیسے تو دیئے جا رہے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھ رہے کہ کرائم کو کس طرح کنٹرول کرنا ہے۔ اس وقت پورا صوبہ کرائم کی لپیٹ میں ہے اور اس پر ڈاکوؤں کا قبضہ ہے۔[*******]

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ یہ معزز ایوان ہے اور یہاں پر کوئی ڈاکوؤں کا قبضہ نہیں ہے اس لئے میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ راجہ صاحب! کیا آپ اپنے آپ کو ڈاکو شمار کرتے ہیں؟

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میرا قبضہ نہیں ہے۔[******]

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! اس ضمنی بجٹ کے بعد محکمہ تعلیم میں ابھی تک صوبے میں چار ہزار سکول ایسے ہیں جن کی کوئی عمارت ہی نہیں ہے، چار ہزار سکول ایسے ہیں جن میں بچے درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور یہاں پر "پڑھا لکھا پنجاب" کے لئے کروڑوں روپے اخباروں میں اشتہار پر لگائے گئے۔ مجھے آج اس ایوان سے جواب دیا جائے کہ وہ جو چار ہزار سکولوں کے بچے ہیں ان کا کیا قصور ہے، کیا وہ اس صوبے کے بچے نہیں، کیا وہ اس صوبے کے عوام کے بچے نہیں جن کے لئے بجلی ہے، بنچ ہے اور نہ ٹاٹ ہے۔ جب وہ صبح اٹھتے ہیں تو درخت کے نیچے ماسٹر صاحب ان کی حاضری لگا کر پڑھائی شروع کرتے ہیں اور یہ بڑے دعوے کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں کہ ہم "پڑھا لکھا پنجاب" بنائیں گے۔ اگر ان میں تھوڑی سی بھی بات ہے میں وہ لفظ نہیں کہنا چاہتا تو ان کو شرم سے مر جانا چاہئے کہ اس صوبے میں چار ہزار سکول ایسے ہیں جن کی عمارت نہیں ہے۔ ساڑھے سات ہزار سکول ایسے ہیں جن کی دیوار نہیں ہے، جن میں ایک ایک کمرہ ہے حالانکہ وہاں پر بیس بیس کمرے چاہئیں۔ اس کے بعد مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پانچ سال کی اس حکمرانی کے بعد انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں وقت نہیں ملتا اب تو انہوں نے پورے پانچ سال حکمرانی کی ہے اور آج یہ اس بنچ سے کھڑے ہو کر یہ چیلنج نہیں کر سکتے کہ میرے صوبے میں کوئی سکول ایسا نہیں جس کی عمارت نہ ہو، جس میں پانی نہ ہو، جس میں بجلی نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آج اس طرف سے کھڑے ہو کر چیلنج کیا جاتا تو ہم اس چیز کو سراہتے، ہم اقرار کرتے کہ واقعی یہ "پڑھا لکھا پنجاب" ہے لیکن آج ہمارے سر شرم سے جھک رہے ہیں کہ انہوں نے کروڑوں، اربوں روپے اخباروں کے اشتہارات پر لگائے، انہوں نے کروڑوں روپے اپنی نمود و نمائش پر لگائے لیکن پنجاب کے غریب کے بچے کو ایک عمارت اور چھت نہیں دے سکے۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ ان حکمرانوں کے لئے مر جانے کا مقام ہے کہ یہ اپنے ہیلی کاپٹروں پر 9,9 کروڑ روپے خرچ کرتے رہے، انہوں نے پولیس کو پیسے دیئے لیکن غریب کے بچے کو چھت نصیب نہیں ہو سکی۔

جناب سپیکر! اسی طرح صحت کے حوالے سے عرض کروں گا کہ صحت جو غریب آدمی کا ایک بنیادی مسئلہ ہے انہوں نے اپنی آرائشوں پر اربوں روپے لگائے لیکن میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ

ان میں سے کوئی کھڑا ہو کر یہ کہہ دے کہ آج پنجاب کے سول ہسپتالوں میں غریب کو مفت دوائی مل رہی ہے، کوئی بھی کھڑا ہو کر فخر کے ساتھ یہ کہہ دے کہ آج پنجاب کے عوام کو اس کی بنیادی سہولتیں میسر ہیں۔ میں یہ چیلنج سے کہہ سکتا ہوں۔

MINISTER FOR HEALTH: Point of Explanation!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر صحت: جناب سپیکر! ہمارے فاضل دوست جب سے بال لگوا کر آئے ہیں بڑے خوبصورت لگتے ہیں اور بولتے بھی بڑا اچھا ہیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میں نے ان کے مشورے سے لگائے تھے جس کے لئے میں ان کا مشکور ہوں۔

وزیر صحت: جی، بالکل، میں نے ان کو مشورہ دیا تھا۔ گزارش یہ ہے کہ اب انہوں نے چیلنج کر دیا ہے کہ کوئی بندہ کھڑا ہو کر یہ بات کرے تو میں یہ بتانا چاہوں گا کہ جتنے ٹیچنگ ہسپتال ہیں وہاں پر ہر غریب امیر آدمی کو ایمرجنسی میں دوائی مفت مل رہی ہے اور چوبیس گھنٹے مفت ہے۔ سب سے بڑی ایمرجنسی میو ہسپتال کی ہے۔ آج اگر آپ جا کر وہاں دیکھیں تو پانچ سے دس ہزار کا انجکشن بھی مفت مل رہا ہے، دوائیاں بھی مفت مل رہی ہیں اور اس پروگرام کو ہم پورے صوبے کے اندر expand کرنا چاہتے ہیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے اپنے ضلع میں یہ حالت ہے کہ وہاں پر مریضوں کو مکمل طور پر چیک ہی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ان کو لاہور لے جاؤ ان کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہے۔ دوائیاں ملنا تو دور کی بات ہے یہ تو صرف وزراء کے گھروں میں یا بڑے بڑے لوگوں کے گھروں میں جاتی ہیں۔ ہسپتالوں میں غریب آدمی کو تو ڈسپرین کی گولی تک نہیں دی جاتی۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میرے خیال میں محترمہ بہن نے میری بات سنی نہیں ہے۔ وہ اپنے ضلع کے ہسپتالوں کی بات کر رہی ہیں جبکہ میں نے Teaching Hospitals کی بات کی ہے کہ وہاں

پرایمر جنسی میں دوائیاں مفت مل رہی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے Teaching Hospitals کی بات کی ہے۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں ابھی بھی اپنے فاضل دوست راجہ ریاض صاحب کو ساتھ لے جانے کے لئے تیار ہوں کہ وہ میرے ساتھ چلیں اور دیکھیں کہ Teaching Hospitals میں دوائیاں مفت مل رہی ہیں یا نہیں۔

جناب حفیظ اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب حفیظ اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے اپنے فاضل دوست راجہ ریاض صاحب کی باتیں سنیں۔ میں ان سے اتفاق نہیں کرتا میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ ایسے ہی واویلہ مچاتے ہیں۔ میرا ضلع بھکر جو کہ پنجاب کا پسماندہ ترین ضلع ہے۔ میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ تعلیمی میدان میں ہمیں ان چار پانچ سالوں میں 80 سے 90 فیصد بنیادی سہولتیں مل چکی ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ آئیں اور میں ان کو اپنے ضلع کا دورہ کراتا ہوں، آئیں دیکھیں کہ جہاں سکولوں میں چاردیواری نہیں تھی، جہاں بچوں کے لئے لیٹرین تھی، جہاں بجلی تھی اور نہ ہی فرنیچر تھا اب میرے سکولوں میں، میرے پورے ضلع میں یہ سہولتیں موجود ہیں۔ میں آپ کا میزبان بنتا ہوں اور آئیں دیکھیں۔ خوامخواہ بات نہ کیا کریں، آئیں عملی طور پر دیکھیں۔ آپ کے ضلع میں بھی یہ سہولتیں موجود ہوں گی، آپ ہماری حکومت کی اچھائیوں کا اعتراف کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کبھی کریں گے۔ یہ بات میں حقیقتاً کہہ رہا ہوں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! انتہائی افسوس ہے کہ میں کم از کم نوانی صاحب سے یہ امید نہیں کرتا تھا کہ وہ اس طرح کا واویلہ کریں گے اور اس طرح کی چمچہ گیری کریں گے۔ یہ ماشاء اللہ اچھے بھلے گھرانے کے آدمی ہیں اور یہ خود آزاد منتخب ہو سکتے ہیں۔ میرے بھائی چودھری اقبال صاحب نے بات کی ہے کہ جناب یہ دوائیاں مل رہی ہیں۔ یہ دوائیاں بالکل اسی طرح مل رہی ہیں جس طرح صوبے میں کوئی چوری نہیں ہو رہی، کوئی ڈکیتی نہیں ہو رہی، بالکل کچھ نہیں ہو رہا، کوئی کارچوری نہیں ہو رہی، سول ہسپتال میں بھی بالکل اسی طرح ہر آدمی کو دوائی مل رہی ہے جس طرح کہ صوبے میں امن وامان کی حالت ہے۔

جناب سپیکر! یہ پتا نہیں کہ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں یا ان کی مجبوری ہے۔ چودھری صاحب میرے لئے قابل احترام ہیں، یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ یہ قسم اٹھا کر کہہ دیں کہ پورے صوبہ پنجاب میں ہر غریب آدمی کو دوائی بھی ملتی ہے اور اس کو صحت کی بنیادی سہولت بھی ملتی ہے تو میں ابھی استعفیٰ دے دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ استعفیٰ مت دیں کیونکہ یہ ثابت ہو جائے گا۔ آپ استعفیٰ مت دیں۔ راجہ صاحب! استعفیٰ مت دیں اس میں ثبوت مل جائیں گے۔ آپ نے استعفیٰ دینا ہے تو میں نے آپ کا استعفیٰ قبول نہیں کرنا اس لئے استعفیٰ مت دیں۔

جناب صبغت اللہ چودھری (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اس نجاست سے جان چھڑانے کے لئے قسم اٹھا دیں۔ (قہقہے)

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! ان کو حق اور سچ سننا قبول نہیں ہے۔ یہ میرے استعفیٰ پر بڑے خوش ہو رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ آپ کا استعفیٰ کوئی قبول نہیں کرتا۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! ابھی نوانی صاحب نے تعلیم کے حوالے سے بات کی ہے۔ وزیر موصوف اب تشریف لے آئے ہیں اور میں ان سے امید کرتا تھا کہ جب اسمبلی کا آخری سیشن ہو گا تو اس میں یہ کھڑے ہو کر کہہ دیں کہ پورے صوبے میں اس وقت، یہ اٹھ کر چیلنج کے ساتھ یہ بات کر دیں کہ پورے صوبے میں اس وقت کوئی ایسا سکول نہیں جس کی عمارت نہ ہو۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ بات کریں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: بات یہ ہے کہ پاکستان کو بنے ہوئے 50/60 سال ہو گئے ہیں اگر اس دوران سارے سکول مکمل نہیں ہوئے تو پانچ سالوں میں بھی نہیں ہو سکتے لیکن اکثریت مکمل ہو چکے ہیں۔

راجہ ریاض احمد: پھر "پڑھا لکھا پنجاب" کدھر گیا۔ یہاں پر تو اربوں روپے جو اشتہاروں پر لگائے گئے ہیں وہ سکولوں کی دیواروں پر لگائے جانے چاہئیں تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابتداء کر دی گئی ہے اس سے آگے بڑھیں۔ پیچھے مت ہٹیں۔ انشاء اللہ آگے اچھا ہی ہو گا۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ آپ نے بھی بالکل صحیح فرمایا کہ ساٹھ سال کے مسائل پانچ سالوں میں حل نہیں ہو سکتے لیکن میں آپ کو اپنے حلقے کی مثال دیتا ہوں کہ وہاں پر غریبوں کے بچے جو سرکاری سکولوں میں پڑھتے تھے چار دیواریاں تھیں، فرنیچر تھا، کمرے تھے، بجلی تھی اور نہ لیٹرینیں تھیں۔ اب میرے حلقے میں 158 سکولوں میں سے اکثریت میں یہ سہولتیں مہیا ہو گئی ہیں لیکن اگر ہم چاہیں کہ تمام سکولوں میں ایک دم سے سارا کام ہو جائے گا یہ ممکن تھا اور نہ ہی ممکن ہے۔ ہماری حکومت کا یہ منصوبہ کہ ان بچوں کو جن پر کسی حکومت نے، کسی دور میں کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی جو کہ ہماری آبادی کی اکثریت ہے غریب طبقہ یا مڈل کلاس طبقہ ان کے سکولوں پر نہ صرف اس حکومت نے توجہ دی بلکہ کروڑوں روپے کے فنڈز دیئے۔ ہمارے ضلع پاکپتن کو ہر سال سولہ کروڑ روپے صرف اور صرف missing facilities کی مد میں سکولوں کے لئے پچھلے چار سال سے مل رہے ہیں۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ سولہ کروڑ ہمیں پچھلے پچاس سالوں میں بھی نہیں ملے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: 16 کروڑ نہیں 15 کروڑ ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! تقریباً 16 کروڑ ہیں جو ہمارے ضلع میں جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کریڈٹ ہمیں کھلے دل سے اپنے وزیر اعلیٰ کو بھی دینا چاہئے، اپنی اس حکومت کو بھی دینا چاہئے کیونکہ اس سے ان بچوں کی حالت بہتر ہو رہی ہے جو ہمارے غریب طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کا کریڈٹ ہمارے وزیر تعلیم کو بھی دینا چاہئے کہ جن کی کوششوں سے یہ سب ممکن ہوا۔

میاں غلام حیدر باری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں غلام حیدر باری: جناب سپیکر! پہلے تو میں راجہ صاحب کو اس چیز پر مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ یہ پورے بجٹ اجلاس میں ایک دن بھی نہیں آئے۔ مجھ سے پہلے نوانی صاحب نے بات کی جو کہ

بھکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جناب! میاں صاحب نے بات کی جو کہ پاکپتن سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ راجہ صاحب اتنی دور جائیں۔ میں ان کی اس چیز کو چیلنج کرتا ہوں on the floor of the House کہ ان کے گھر سے میرے گھر تک پندرہ منٹ کا راستہ ہے۔ یہ فیصل آباد سے جڑانوالہ آ جائیں۔ میں ان کی اس بات کو چیلنج کرتا ہوں کہ 1947 سے لے کر اب تک اگر یہ مجھے دکھا دیں کہ اس سے 70/80 فیصد زیادہ پراگرس نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر! ان کا دور آیا اس وقت دونوں بار ان کی حالت یہ تھی کہ ان کی پانچ یونین کونسلیں ایسی تھیں جس میں رائے اسلم خان کھرل تھے جس میں دو سکول بھی اپ گریڈ نہ ہوئے۔ میں ان کو اس بات پر چیلنج کرتا ہوں کہ یہ resign کی بات کرتے ہیں میں resign دے دوں گا۔ میرے حلقہ میں پندرہ ایسے سکول ہیں جو ان پانچ یونین کونسلوں میں اپ گریڈ ہوئے۔

جناب سپیکر! 1947 سے لے کر آج کی تاریخ یہ کہتی ہے کہ وہاں پر مختلف حکومتیں آئیں لیکن کوئی کالج اپ گریڈ نہ ہوا۔ اب جا کر دیکھ لیں کہ اڑھائی کروڑ روپے کے ساتھ میرا گرلز کالج جڑانوالہ اپ گریڈ ہوا اور میرا بوائز کالج دیکھ لیں وہ اپ گریڈ ہوا۔ اس کے علاوہ اگر یہ سڑکوں کی بات کرتے ہیں تو میں ان چار سالوں کے اندر ان پچاس لاکھ کو جو وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے دیئے ان کو علیحدہ رکھتے ہوئے میں دس کروڑ روپے ان یونین کونسلوں میں دکھاتا ہوں جہاں پر بالکل کسی قسم کی کوئی سڑک نہیں تھی، راجہ صاحب میرے پاس کل آئیں میں کل ان کو visit کراتا ہوں اور یہ اس پر پابند رہیں کہ جو انہوں نے بات کی ہے۔ اگر یہ ہسپتالوں کی بات کرتے ہیں تو ہم ابھی اسمبلی میں سے فون کرتے ہیں، یہ اپنا نمائندہ جڑانوالہ بھیجیں وہاں جا کر دیکھیں۔ اگر ان کے نمائندے کو مفت ادویات نہ ملیں تو on the floor of the House یہ باری اس وقت resign کرتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

راجہ ریاض احمد: ماشاء اللہ میرے چھوٹے بھائی باری صاحب نے بڑے اچھے طریقے سے اپنا ٹکٹ مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کو ٹکٹ نہیں ملنا اور باقی فیصل آباد میں ہونے والی ڈویلپمنٹ کا مجھے بھی پتا ہے اور جڑانوالہ جانے والی سڑک کا بھی سب کو پتا ہے اور باقی باتیں چھوڑیں۔ یہ الیکشن آ رہا ہے اور پتا چل جائے گا کہ باری صاحب نے کیا کروایا ہے اور ہم نے وہاں پر کیا کرنا ہے؟ ابھی یہ میدان لگنے والا ہے وہاں پر جب میدان لگے گا تو پھر پتا چلے گا کہ یہ کہاں ملتے ہیں اور کس پارٹی سے الیکشن لڑتے ہیں؟

جناب سپیکر! یہاں پر صفائیاں دی گئی ہیں تو یہاں پر بیٹھے ہوئے دونوں منسٹرز خاموش رہے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میں نے جو بات کی ہے وہ صحیح ہے۔ آخر میں میری بات یہ ہے کہ لاء اینڈ آرڈر اور تعلیم و صحت جیسی بنیادی ضروریات کی سہولتیں پنجاب کے لوگوں کو نہیں دی گئیں اس لئے میں ضمنی بجٹ کی مخالفت کرتا ہوں۔ شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ ہاؤس پنجاب کے کسانوں کا نمائندہ ہاؤس ہے اور یہاں ہمارے اکثر ممبران بھی کسان ہیں اور آپ خود بھی کسان ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ اس وقت کاٹن کا سیزن ہے اور صورتحال یہ ہے کہ ڈی اے پی کھاد جس کی اشد ضرورت ہے تو یہ مارکیٹ کے اندر فری دستیاب نہیں ہے اور صبح بھی مجھے کسانوں کے فون آئے ہیں کہ یہاں تو بڑے فخر کے ساتھ وزیر خزانہ صاحب نے یہ اعلان کیا کہ ہم -/300 روپے فی بوری سبسڈی دے رہے ہیں" لیکن صورتحال یہ ہے کہ -/1200 روپے سے کم ڈی اے پی کھاد پنجاب میں کہیں بھی دستیاب نہیں ہے اور جو ڈیلرز حضرات اس کو -/1200 روپے کی بوری دیتے ہیں جس کے بارے میں وہ assessment کرتے ہیں کہ یہ کوئی شکایت نہیں کرے گا اور کوئی واویلا نہیں کرے گا اور اس کے بعد -/1200 روپے کی بوری ڈی اے پی کھاد میسر ہے۔ یہ ایک انتہائی سنگین صورتحال ہے اور یہاں پر گورنمنٹ کے وزراء صاحبان تشریف فرما ہیں اور وزیر خزانہ بھی ہیں تو میں یہ التماس کروں گا کہ اس کے لئے کوئی میکانزم بنائیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے گورنمنٹ کلی طور پر فیل ہے اس لئے کوئی 2/3 رکنی ٹاسک فورس بنائی جائے جو مسلسل اسے مانیٹر کرے تاکہ کسانوں کو ڈی اے پی کھاد کی دستیابی کے حوالے سے پیش آنے والی مشکل کا ازالہ کیا جا سکے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ درخواست کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یہ issue ایگریکلچر منسٹر صاحب سے متعلقہ ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ میں جانتا ہوں لیکن چونکہ آپ نے بجٹ میں اس کا ذکر کیا ہے اس لئے آپ اس کا جواب دیں۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! صوبائی بجٹ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ پوٹاشیم کھادوں پر پچھلے سال وفاقی حکومت -/400 روپے سبسڈی دیتی رہی ہے اور اس سال اسے بڑھا کر اس نے -/470 روپے کیا گیا اور ہم اس کو ensure کریں گے جس طرح معزز ممبر نے فرمایا ہے کہ کھاد کی دستیابی کم ہے تو ہم اس کو ensure کریں گے کہ زمینداروں کو سبسڈائزڈ ریٹ پر مہیا ہو۔

رائے منصب علی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

رائے منصب علی: جناب سپیکر! میں فاضل ممبر صاحب کے پوائنٹ کی وضاحت کرتا ہوں کہ ہر ضلع میں ہماری دو رکنی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں، ڈی سی او ان کمیٹیوں کو سپروائز کرتے ہیں اور ای ڈی او ایگریکلچر اس کے ممبر ہیں دوسری گزارش یہ ہے کہ ڈی اے پی کھاد کی کوئی کمی نہیں ہے اور اگر یہ سمجھتے ہیں تو ڈی سی او کو لکھیں جبکہ ایگریکلچر مارکیٹنگ کے دفتر میں بھی فیکس لگی ہوئی ہے تو وہاں پر رابطہ کریں اور ڈاکٹر صاحب کو جتنی کھاد کی ضرورت ہے وہ ملے گی۔

وزیر خوراک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں اس issue کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ڈی اے پی کھاد فری دستیاب نہیں ہے تو فری تو کبھی بھی کسی بھی زمانے میں نہیں تھی اور قیمت دینی پڑتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ -/300 روپے سبسڈی دی گئی ہے تو سبسڈی پچھلے سال -/250 روپے تھی جو اس سال پہلے -/400 روپے کی گئی ہے اور پھر -/470 روپے کی گئی اور فاسفورس فرٹیلائزر پر اس وقت کسانوں کی طرف سے کسی قسم کی کمی کی کوئی شکایت نہیں آئی ہے۔ مزید یہ کہ حکومت نے اس کی کمپلینٹ کرنے کا ایک سیٹ میکانزم بنایا ہوا ہے اور اگر انہوں نے کوئی کمپلینٹ کہیں پر کی ہے اور اس کو رفع نہیں کیا گیا تو پھر on the floor of the House یہ بات agitate کر سکتے ہیں ورنہ نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ آئیں اور بہاولپور کی تحصیلوں میں میرے ساتھ چلیں اور غلہ منڈی میں اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو پھر اس حوالے سے اپنی سزا خود تجویز کریں اور انہوں نے اپنے اقدامات کے اعلانات کر کے بتایا ہے کہ یہ یہ کیا ہے۔ انہوں

نے بتایا ہے کہ دور کنی کمیٹی بنائی ہے اور انہوں نے بھی میکانزم کا بتایا ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ اگر یہ سارا میکانزم اسے کنٹرول کرنے میں ناکام ثابت ہو تو پھر اس کو نئے سرے سے rearrange کرنے کے بارے میں سوچیں۔ میں اس بارے میں بالکل یکسو ہوں اور چیلنج کے ساتھ یہ بات کر رہا ہوں۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ محض ایک پوائنٹ آف آرڈر میں نے اٹھایا ہے اور کسانوں کی ایک valid مشکل ہے اب اس پر یہ بحث برائے بحث کر کے اس کی صفائیاں دینے کے نتیجے کے اندر تو کسانوں کو تو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا اس لئے میں یہ التماس کروں گا کہ بحث برائے بحث کو نہ لیا جائے بلکہ فیلڈ سے حقیقتاً رپورٹ لی جائے اور جو خرابیاں ہیں مہربانی کر کے ان کی rectification کی جائے۔ میں نے پوائنٹ سکور کرنے کے لئے یہاں پر پوائنٹ آف آرڈر raise نہیں کیا بلکہ ایک جائز مشکل میں نے بیان کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ کی بات ہاؤس میں آئی ہے تو اس کا نوٹس لیا جائے گا۔ یہ تو انہوں نے اپنی انفارمیشن کے مطابق وضاحت کی ہے اور جو آپ کی انفارمیشن ہے اس کا بھی نوٹس لیں گے اور اگر ایسی کوئی بات ہے تو پھر اس کا ضرور سدباب کیا جانا چاہئے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! فنانس منسٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں تو میں ایک بہت اہم issue کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور یہ بھی گزارش کروں گا کہ اس کی یہ وضاحت فرمادیں تاکہ لوگوں کو اطمینان ہو چونکہ پنجاب بنک میں share ز کا بڑا حصہ پنجاب حکومت کا ہے اور اس کے share ز کا ریٹ ایک دم -/10 روپے گرا ہے اور یہ بنک بہت شدید افواہوں کی زد میں ہے اور کہا جا رہا ہے کہ وہاں پر اربوں روپے کے گھپلے ہوئے ہیں اور ایسے قرض دیئے گئے ہیں کہ جن کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ سٹیٹ بنک نے بھی اس پر شدید اعتراضات کئے ہیں اور اس کی وجہ سے مارکیٹ میں اس بنک کا share کا ریٹ گر گیا ہے۔ منسٹر صاحب اس کی وضاحت فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس پر میں off hand comment نہیں کروں گا اور مجھے مکمل انفارمیشن لے لینے دیں اور میں کل اس کا جواب دے دوں گا۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب سپیکر! شاہ صاحب نے پنجاب بنک کی بات کی ہے تو میں اس ضمن میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ سٹاک مارکیٹ میں shares کے ریٹس اوپر نیچے ہونا ایک routine matter ہے اور پوری دنیا میں یہ ہوتا ہے۔ جس طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے تو ہوتا یہ ہے کہ سٹیٹ بنک اپنی آڈٹ رپورٹس میں ہر بنک کے بارے میں لکھتا ہے۔ ہر فنانشل انسٹیٹیوشن کے بارے میں لکھتا ہے اور اگر اس کے اندر کوئی غلطیاں ہوتی ہیں تو بنک یا فنانشل انسٹیٹیوشن کو ٹائم دیا جاتا ہے کہ آپ 30 دن کے اندر اندر اسے ٹھیک کر لیں۔ جہاں تک wrong loaning کا تعلق ہے تو اس پر collateral لازمی لیا جاتا ہے اور کوئی بنک ایسا نہیں کر سکتا۔ -/10 روپے share گرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے کیونکہ 30/30 روپے بھی share گرتا ہے اور وہ share پھر دوسرے، چوتھے دن یا 15 دن اور مہینے میں ٹھیک ہو جاتا ہے اور یہ routine matter ہے اس میں پنجاب بنک کو یہ کہنا یا حکومت پنجاب کو یہ کہنا بڑی زیادتی کی بات ہے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! چنیوٹ سے ہمارے ایم پی اے سید حسن مرتضیٰ صاحب چنیوٹ کو ضلع بنانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور وہ اپنے اس مطالبے کے لئے یہاں سے گورنر ہاؤس تک ننگے پاؤں احتجاجاً جائیں گے تو میں صحافی بھائیوں اور اپنے اپوزیشن کے دوستوں سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ گورنر ہاؤس تک چلیں تاکہ چنیوٹ کو ضلع کا درجہ دلوایا جائے۔ شکریہ

(اس مرحلہ پر سید حسن مرتضیٰ اور راجہ ریاض احمد ایوان سے باہر چلے گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: شکریہ۔جناب سپیکر! بجٹ کے بعد ضمنی بجٹ تو میں سب سے پہلے یہ عرض کروں گی کہ کسی بھی ملک یا کسی بھی صوبے کا سربراہ یا جیسے وزیر خزانہ نے ایک بجٹ پیش کیا ہے تو بجٹ کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اعداد و شمار پر بنایا جاتا ہے اور یہ حساب لگایا جاتا ہے کہ کتنی آمدنی

اور کتنا خرچ ہے۔ اگر کوئی حکومت ان اعداد سے زیادہ خرچ کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت بجٹ بنانے میں ناکام رہی اور جو بجٹ بنایا ہے وہ واقعی صرف ہیرا پھیری ہے۔ جس طرح ضمنی بجٹ میں وزیر اعلیٰ ہاؤس کی آرائش و زیبائش پر کروڑوں روپے خرچ کئے جانے کا بجٹ رکھا گیا اب مزید اس پر ضمنی بجٹ لایا گیا۔ یہ کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ غریب کے پاس کھانے کے لئے روٹی تک نہیں اور وزیر اعلیٰ ہاؤس پر، وزیر اعلیٰ کے ہیلی کاپٹر اور اس کی مرمت پر غریب عوام کے کروڑوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔ یہاں پر ابھی میرے بھائی نے دعویٰ کیا تھا کہ غریبوں کو سول ہسپتالوں میں دوائیاں مفت دی جاتی ہیں۔

جناب سپیکر! غریبوں کو تو کھانے کے لئے روٹی نہیں ہے ان کے منہ سے تو روٹی کا نوالہ تک چھین لیا گیا ہے آج کے اخبار میں آٹا مزید مہنگا ہو گیا اور جو روٹی پہلے ایک روپے کی تھی وہ دو روپے کی ہوئی پھر -/3 روپے کی ہوئی اور آج -/3 روپے سے -/4 روپے کی ہو گئی ہے۔ یہ غریبوں کو کس طریقے سے مارنا چاہتے ہیں؟ ایک طرف تو یہ اپنی عیاشیوں پر کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں اور غریبوں کے لئے ہر چیز ہر روز مہنگی کر دی جاتی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ سول ہسپتالوں میں دوائیاں مفت ملتی ہیں میرا تعلق ضلع شیخوپورہ سے ہے میں نے اس سلسلہ میں پہلے بھی عرض کیا تھا کہ پہلے تو وہاں پر مریضوں کو چیک ہی نہیں کیا جاتا یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کو لاہور کے ہسپتال میں لے جائیں اگر کوئی دوائی وہاں پہنچتی بھی ہے یا تو وہ میڈیکل سٹوروں پر چلی جاتی ہے یا پھر ان سے بڑے بڑے لوگوں کو نوازا جاتا ہے اس ہسپتال سے کبھی کسی غریب آدمی کو ایک ڈسپرین کی گولی تک نہیں ملی۔ ہسپتال کا یہ حال ہے کہ اس کے واش روموں میں پانی کی ٹونٹی تک نہیں ہے وہاں پر بالکل پانی نہیں ہے۔ پچھلے دنوں مجھے ایک مریض کو دیکھنے کے لئے سرجیکل وارڈ میں جانے کا اتفاق ہوا آپ یقین کریں کہ وہاں پر dust bin نہیں تھی بلکہ جگہ جگہ کوڑے کے ڈھیر تھے تو میں نے ایک نرس کو بلا کر پوچھا کہ یہاں پر کیا صفائی نہیں ہوتی؟ اس نے جواب دیا کہ "ایتھے کئی آندے نے صفائی چیک کرن آلے" یہاں پر صفائی کا یہی حال ہے۔ مجھے اس مریض نے بتایا کہ یہاں واش روموں میں پانی تک کا انتظام نہیں ہے۔ یہ کون سی ہیلتھ پالیسی کی بات کرتے ہیں انہوں نے کہاں صحت پر پیسا لگایا ہے۔ کیا یہ سارے پیسے لاہور کے ہسپتالوں پر لگاتے ہیں یا چھوٹے ضلع کو بھی دیکھا جاتا ہے؟

جناب سپیکر! یہاں پر میں ایک اور عرض کروں گی کہ یہاں پر ایجوکیشن منسٹر بیٹھے ہوئے ہیں، یوں تو پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے اس ماڈلنگ پر کروڑوں روپے خرچ کیا یہ کہتے ہیں کہ سارے

سکولوں کی حالت بہت بہتر ہے میں لاہور کی ہی بات کروں گی میں اپنے ضلع میں اس لئے نہیں جاؤں گی کیونکہ وہاں پر کوئی منسٹر ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس کی وجہ سے اس ضلع کی حالت بہتر بنائی جا سکتی۔ لاہور رحمان پورہ میں جہاں میرا اپنا ایک سکول تھا وہاں این اے سکول، بابے کا سکول یہ وہ سکول ہیں جو مین روڈ پر واقع ہیں وہاں پر کوئی چار دیواری ہے اور نہ ہی این اے سکول میں آدھے کمروں کی چھتیں ہیں۔ وہاں کوئی پانی کی سہولت ہے اور نہ ہی سارے کمروں میں بجلی ہے۔ میں یہاں پر یہ بھی عرض کروں گی کہ جہاں پر ہم کروڑوں روپے اپنی ذات پر خرچ کر لیتے ہیں میں اس بات پر بھی اعتراض نہیں کرتی کہ وزیر اعلیٰ اپنے اوپر بہت پیسا خرچ کرتے ہیں لیکن اگر وہ غریبوں کا بھی خیال رکھیں تو پھر ٹھیک ہے لیکن غریبوں کے لئے تو زندگی تنگ کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر! اساتذہ جو اس ملک کے معماروں کو بناتا ہے ان کی تنخواہ چار ہزار پچیس روپے ہو تو یہ سراسر زیادتی اور دکھ کی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی ملک کے ترقی یافتہ ہونے کا اندازہ لگانا ہو تو معیار تعلیم سے لگایا جا سکتا ہے۔ جس ملک کے اساتذہ کی حالت یہ ہو کہ وہ روٹی کھانے کے لئے سارا دن دربدر لوگوں کے دروازوں پر ٹیوشنیں پڑھانے کے لئے جاتے ہوں، جس ملک کا استاد روٹی کے لئے ترس رہا ہو وہ استاد بچوں کو کیا بہتر تعلیم دے گا۔

جناب سپیکر! یہاں میں ان خواتین کا بھی ذکر کرنا ضروری سمجھوں گی 80 فیصد عورتیں جو کارخانوں میں کام کرتی ہیں، ہوٹلوں میں کام کرتی ہیں، جو بڑے بڑے میڈیکل سٹوروں پر کام کرتی ہیں حتیٰ کہ پٹرول پمپوں پر کام کرتی ہیں کیا وہ اس معاشرے کا حصہ نہیں ہیں؟ بجٹ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے درخواست کروں گی کہ ان خواتین کے بھی pay scale مقرر کئے جائیں ان کے اوقات کار کو چیک کیا جائے وہ صبح آٹھ بجے سے لے کر رات نو بجے تک لگاتار کام کرتی ہیں۔

جناب سپیکر! اگر پریگنینسی کے دوران سرکاری ملازمین کو چھٹی دی جاتی ہے تو وہ خواتین جو پرائیویٹ اداروں میں کام کرتی ہیں ان کو چھٹی کی بجائے مستقل چھٹی دے دی جاتی ہے جو سراسر ناانصافی ہے۔ جو گورنمنٹ ملازم ہیں بجٹ میں صرف انہی پر توجہ نہ دی جائے بلکہ جو پرائیویٹ سیکٹروں میں کام کرتے ہیں وہ لوگ بھی اتنے ہی مستحق ہیں جتنے کہ سرکاری ملازمین۔

جناب سپیکر! یہاں پر پولیس کی بات ہوئی آپ صبح اخبار اٹھا کر دیکھیں تو قتلوں، چوریوں اور ڈکیتیوں سے اخباریں بھری ہوتی ہیں۔ بسوں کو یرغمال بنایا جاتا ہے آج ہی صبح میں نے اخبار میں

پڑھا جس میں خاوند، بیوی اور اس کے چار بچوں کو جس بے دردی سے قتل کیا گیا ہے اگر یہی ملک میں امن وامان کی صورتحال ہے اور یہی بہتری ہے تو پھر بہت دکھ کی بات ہے۔ جس پولیس کو، مجھے یہ بھی اعتراض نہیں ہے کہ پولیس کو فنڈ نہ دیا جائے ان کو دیا جائے اگر ان کی کارکردگی بہتر ہوتی لیکن اگر یہ حال ہو کہ راہ چلتے لوگوں سے پرس چھین لئے جائیں، گھروں میں بیٹھے لوگوں کو گولی مار دی جائے۔ پچھلے دنوں میں نے یہاں ذکر نہیں کیا، عوام کے جو منتخب نمائندے ہیں ان کے گھر محفوظ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! میرے اپنے گھر میں، اس وقت میں گھر پر موجود نہیں تھی میرے گھر کے تمام تالے توڑے گئے ایک ایک گھر کی چیز نکال کر ٹی وی لاؤنج میں رکھی گئی جب پولیس کو inform کیا گیا تو پولیس وہاں پر آئی لیکن وہ اندر جاتے ہوئے اس طرح ڈر رہی تھی، وہ اندر سے اس طرح سے بند تھا ایسے لگتا تھا کہ وہ اندر سے lock ہے۔ پولیس اس لئے ڈر رہی تھی وہ سمجھ رہی تھی کہ چور شاید اندر بیٹھا ہوا ہے۔ میرا بھائی ان کے ساتھ خود اندر گیا کیونکہ وہاں چور نہیں تھا وہ اتنا بے وقوف تو نہیں تھا کہ اندر بیٹھا ہوتا۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر پولیس کی کارکردگی اتنی بہتر ہوتی تو ان کو ضرور پیسے دیئے جاتے۔ اس پولیس سے وہ پولیس زیادہ بہتر تھی جو گھوڑوں پر گشت کرتی تھی یہ پولیس جو سارا سارا دن ائیر کنڈیشن گاڑیوں میں بیٹھ کر مزے سے سڑکوں پر گھوم رہے ہوتے ہیں یا تو وہ مزے سے درختوں کے سائے میں بیٹھے ہوتے ہیں یا کسی ریسٹ ہاؤس میں بیٹھے ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! پہلے ایک ضلع میں ایک ایس پی تھا تو امن وامان کی حالت بہتر تھی جوں جوں ایس پی کی تعداد بڑھتی گئی، ہوتا یہ ہے کہ اگر کوئی چوری یا قتل ہو جائے تو فٹ سے جگہ ناپی جاتی ہے کہ یہ کس کے علاقے میں جاتا ہے۔ کوئی آدمی بھی اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ کس طرح کے حالات بہتر کئے جائیں۔

جناب سپیکر! میں حسنین دریشک صاحب سے جن کا کوئی قصور تو نہیں ہے کیونکہ ان کو تو ایک بجٹ دے دیا جاتا ہے اور بجٹ پر ایک ضمنی بجٹ دے دیا جاتا ہے۔ یہاں پر اس floor پر کھڑے ہو کر وزیراعلیٰ کی تعریف کی گئی، تعریف اس وقت اچھی لگتی ہے جب کوئی عملی کام بھی سامنے نظر آتا ہو اگر وزیراعلیٰ صاحب یہ کہتے کہ میں کسی قسم کی مراعات نہیں لوں گا، میرے وزیراعلیٰ ہاؤس پر پیسے نہ لگائے جائیں، مجھے ہیلی کاپٹر نہیں چاہئے یا جو پنجاب کا مری ہاؤس بن رہا ہے مجھے اس کے لئے کسی پیسے کی ضرورت نہیں ہے اگر یہ پیسے کسی غریب کی اصلاح کے لئے لگائے

جاتے تو میرا خیال تھا کہ یہ زیادہ بہتر ہوتا۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گی کہ اس ضمنی بجٹ کو سب سے پہلے ہم مسترد کرتے ہیں کیونکہ اس ضمنی بجٹ کی سالانہ بجٹ کے بعد اب کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ پنجاب کا صوبہ اتنی فضول خرچی اور اتنے عیاشیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ غریب کے منہ سے روٹی چھین لی جائے اور منسٹر اپنی عیاشیوں پر پیسے خرچ کریں۔اس کے ساتھ ہی میں اجازت چاہوں گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! پہلے یہ ہوتا تھا کہ جب کوئی جھوٹ بولتا تھا تو چھت گر جاتی تھی میں نے یہی سنا ہے اب جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو کوئی طوفان یا زلزلہ آ جاتا ہے۔ جھوٹ یہ بولتے ہیں اور بھگتنا غریب عوام کو پڑتا ہے۔چند مہینے پہلے محترمہ بیمار ہوئی تھیں تو یہ PIC میں گئیں وہاں ان کو اتنا اچھا treatment دیا گیا کہ انہوں نے کہا کہ شاباش چودھری پرویز الٰہی نے کتنا اچھا انتظام کیا ہے۔وہ سچ تھا یا آج سچ ہے؟ یہ تو کہیں ٹھہرتی نہیں ہیں۔کتنا جھوٹ بولتی ہیں۔میں خود انہیں دیکھنے گئی۔جہاں تک سکولوں کا تعلق ہے تو انہیں لاہور کے سکولوں کا پوچھیں، پرائیویٹ سکولوں کا تو ہم نے کوئی کنٹریکٹ نہیں لیا ہوا۔گورنمنٹ کے جو سکول ہیں، لیڈی میکلیگن گورنمنٹ گرلز ہائی سکول ہے، چوبرجی سکول ہے، سنٹرل ماڈل سکول ہے جس میں latest mathematics اور کمپیوٹر ہے، ابھی حال ہی میں منسٹر صاحب وہاں کوئی 30 کے قریب کمپیوٹرز دے کر آئے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! یہ بھی جھوٹ ہے۔ان کو جھوٹ بولنے کی عادت ہے اس لئے یہ دوسروں کو کہہ رہی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! ان کی تصحیح کی جائے، انھوں نے کہا کہ چیف منسٹر ہاؤس کی آرائش و زیبائش، زیبائش ہوتی ہے زندہ چیزوں کی، جس ممبر آف پارلیمنٹ کو یہی نہیں پتا کہ دیواروں کی زیبائش نہیں ہوتی اس نے کیا کہنا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر لفظ[**] کی بجائے "غلط بیانی" استعمال کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں نے انہیں یہ پہلے ہی عرض کیا ہے کہ جتنا پیسا ہوتا ہے وہ لاہور کے ہسپتالوں پر خرچ کیا جاتا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ چھوٹے ضلعوں پر بھی توجہ دی جاتی۔ جہاں تک میری بہن نے یہ عرض کیا ہے، اگر ایک ممبر جس کی یہاں پر طبیعت خراب ہوتی ہے، میں ممبر تھی اس لئے مجھے اچھی طرح چیک کیا گیا، میں دیکھتی کہ اگر یہاں سے کوئی غریب آدمی وہاں پر بیمار ہو کر جاتا تو اس کو وی آئی پی طریقے سے چیک کیا جاتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ بی بی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: ممبر ہو یا نہ ہو سب کو اچھے طریقے سے وہاں پر treatment دیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! بات ہو گئی ہے۔ آپ نے بات کر لی ہے۔ اب کارروائی کو آگے چلنے دیں۔

محترمہ ثریا نسیم: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ بات کیجئے۔

محترمہ ثریا نسیم: جناب سپیکر! ہماری معزز بہن نے یہ کہا ہے کہ ایک جو قوم کا معمار ہے اس کی تنخواہ جو ہے وہ -/4500 روپیہ ہے اور پھر ساتھ ہی انھوں نے اپنے سکول کا ذکر کیا جو محلہ رحمانیہ میں ہے تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ ان کا وہ جو پرائیویٹ سکول ہے، یہ ایمانداری سے بتائیں کہ وہی استاد جو وہاں پر قوم کے معمار ہیں یہ ان کو کتنی تنخواہ دے رہی ہیں؟

جناب سپیکر! دوسری انھوں نے لاء اینڈ آرڈر کی بات کی، انھوں نے کہا کہ میرے بھائی کے گھر میں چوری ہوئی اور اس طرح کے حالات ہیں، میں ان سے پوچھنا چاہوں گی کہ ان کی اپنی وزیراعظم صاحبہ جب وہ خود وزیراعظم تھیں تو اس وقت لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کیا تھی؟ ان کے اپنے بھائی کا قتل ہوا۔ پھر یہ سی ایم ہاؤس کی نمود و نمائش کی طرف بار بار آ رہے ہیں۔ انہی کے زمانے میں ان کی قائد محترمہ کے خاوند کے جو اصطبل تھے وہاں پر گھوڑے اور وہاں کے جو اللے تللے تھے وہاں پر کیا کچھ نہیں ہو رہا تھا؟ یہ آئے دن کبھی مصالحیوں کی بات کرتے ہیں۔ ان کے گھوڑوں کے

بسکٹ کے ناشتے ہوا کرتے تھے۔یہ لوگ تنقید برائے تنقید لے کر چل رہے ہیں۔یہ لوگ بوکھلا چکے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!آپ تشریف رکھئے۔اس وقت ہاؤس میں معزز ڈپٹی سپیکر آف لوک سبھا تشریف فرما ہیں۔

I, on behalf of the Punjab Assembly, welcome the Honourable Deputy Speaker Chran Jeet Singh to witness the session of the House. I welcome him on behalf of the Assembly and on behalf of the members. Now I give the floor to honourable Member, Mr. Muhammad Waqas.

جناب محمد وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب!ان کو بولنے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میں پوائنٹ آف آرڈر پر صرف ایک منٹ لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میں اپوزیشن کی طرف سے بھی جو معزز ہمارے مہمان مشرقی پنجاب بھارت سے تشریف لائے ہیں میں ان کو خوش آمدید کہتا ہوں اور appreciate کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر!ہم بھی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے معزز مہمانوں کو welcome کرتے ہیں اور ہم ان کا یعنی کہ الفاظ جو ہیں وہ جذبات کی عکاسی ہوتے ہیں اس لئے ہم جناب ڈپٹی سپیکر صاحب اور ان کے وفد کے ارکان کو welcome کرتے ہیں۔شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر!تمام خواتین ممبران کی طرف سے بھی میں اپنے

مہمانوں کو خوش آمدید کہتی ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے۔ 07-2006 میں حکومت نے جو approve budget تھا اس سے 70۔ارب روپے جو زائد خرچ کئے ہیں اس پر بات ہو رہی ہے۔ اس میں مختلف مدات میں جو بات ہوئی وہ بھی سامنے ہے۔ میں اس میں چند چیزیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا اور آپ کے توسط سے پنجاب کے عوام کو بھی بتانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت کا یہ دعویٰ ہے، چودھری پرویز الٰہی صاحب اور ان کی ٹیم کا دعویٰ ہے۔ وہ پورے پنجاب کو 2020 کا وژن دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ 2020 میں پنجاب ایسا ہو گا اور ویسا ہو گا لیکن حیرت کی بات ہے کہ جو بیس سال بعد کی سوچتے ہیں وہ ایک سال کا estimate نہیں دے سکتے اور ایک سال پہلے جو وہ بجٹ دیتے ہیں اسی سال کے آخر میں انہیں اس بجٹ کو revise کرنا پڑتا ہے، یہ ان کی financial management ہے اور یہ ان کا فنانشل ڈسپلن ہے یعنی وہ کل کی بات نہیں سوچ سکتے، وہ اگلے چھ مہینے کی بات نہیں سوچ سکتے، اگلے چھ مہینے کی ضروریات کا ادراک نہیں کر سکتے اور وہ 2020 تک کی بات کرتے ہیں کہ ہم پنجاب کو یہ اور وہ بنا دیں گے۔

جناب سپیکر! پولیس کے لئے انھوں نے پچھلے سال 20۔ارب روپے بجٹ رکھا اور 7۔ارب روپے انھوں نے اس سے اضافی خرچ کئے۔ یعنی ان کا پولیس کی مد میں جو revised budget تھا وہ 27۔ارب روپے تھا۔

جناب سپیکر! ہم دیکھتے ہیں کہ پنجاب میں امن و امان کی جو صورتحال ہے وہ سب کے سامنے ہے لیکن جب ہم اس کا تفصیل سے تجزیہ کرتے ہیں تو انتہائی یعنی حیرت ہوتی ہے کہ ہماری حکومت کیا کرنے جا رہی ہے؟ یہ کلاسیکل مثال میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک مد ہے، یہ صفحہ نمبر 774 ہے، انھوں نے جو ہمیں چارٹ expenses کا دیا ہے اس میں پرچیز آف ٹرانسپورٹ کے لئے actual budget میں -/5000 روپے رکھے تھے اور اس پر انھوں نے ایک ارب 71 کروڑ روپے خرچ کئے ہیں۔ یعنی جس چیز کے لئے انھوں نے actual budget میں -/5000 روپے رکھے اس کا revised estimate انھوں نے ایک ارب 21 کروڑ روپیہ اس پر خرچ کیا اور اس سے مزے کی بات یہ ہے کہ اگلے سال بجٹ کے لئے دوبارہ -/5000 روپے مانگے ہیں۔ یہ ان کی فنانشل مینجمنٹ ہے، یہ ان کا فنانشل ڈسپلن ہے کہ ان کو یہ نہیں پتا کہ جس چیز کے

لئے ہم -/5000 روپے رکھ رہے ہیں، چلو -/10,000 روپے خرچ کر لو، چلو پانچ لاکھ تک خرچ کر لو، ایک ارب 31 کروڑ روپیہ۔

جناب سپیکر! اسی طرح ایک دوسری مد ہے جس میں انھوں نے فرنیچر کی خریداری کے لئے -/5000 روپے رکھے تھے لیکن چار کروڑ روپے خرچ کئے ہیں۔ اس طرح کی کئی مثالیں میرے سامنے موجود ہیں کہ انھوں نے پانچ، دس یا پندرہ ہزار روپے رکھے اور کروڑوں اس پر خرچ کئے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ انھوں نے کس طرح، کس بیدردی کے ساتھ اس پنجاب کے عوام کے پیسے کو خرچ کیا ہے اور ان کو پتا نہیں کہ جوابدہی کا احساس ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر! متفرق اخراجات میں انھوں نے 7۔ارب روپے سے زیادہ خرچ کئے ہیں۔ اس کے علاوہ جو ترقیاتی کام ہیں ان کی صورتحال یہ ہے، میں صرف اپنے حلقے کی مثال دیتا ہوں کہ وہاں پر پی پی۔7 میں انھوں نے پچھلے بجٹ میں ایک پولی ٹیکنیک کالج منظور کیا اور اس کے لئے 380 ملین روپے رکھے، وہ خرچ نہیں ہو سکے، صرف 40 ملین اس میں سے خرچ ہوئے ہیں اور باقی جو 340 ملین ہیں وہ بچے ہوئے ہیں، یعنی ترقیاتی کاموں پر انھوں نے بجٹ پورا کیا خرچ کرنا تھا بلکہ اس کا بہت بڑا پورشن ان کے پاس بچا ہوا ہے۔ وہ کام یہ نہیں کر سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس capacity ہی نہیں ہے، ان کے پاس انفراسٹرکچر نہیں ہے کہ وہ جو 100 بلین اور ڈیڑھ سو بلین یہ ترقیاتی کاموں کے لئے اعلان کر دیتے ہیں۔ وہ یہ خرچ ہی نہیں کر سکے لیکن وہ بس ایک نعرہ ہوتا ہے، عوام کو ایک سبز باغ دکھانا ہوتا ہے۔ اس میں سے بہت بڑی رقم واپس آ جاتی ہے لیکن جو غیر ترقیاتی اخراجات ہیں جن کے اوپر رانا ثناء اللہ صاحب نے بڑی روشنی ڈالی ہے وہ یہ خرچ کرتے ہیں چاہے وزیر اعلیٰ ہاؤس کی فرنشنگ، رینوویشن، چاہے ہیلی کاپٹر کی خریداری ہو یا اس کے پرزے ہوں اور یہ ساری چیزیں ہوں۔

جناب سپیکر! میں آخری بات یہ کہتا ہوں کہ انھوں نے ایک کروڑ روپیہ میراتھن ریس پر خرچ کیا۔ میں اس پر صرف یہ بات کرتا ہوں کہ شکر ہے کہ پنجاب گورنمنٹ نے آخر میں اس پر توبہ بھی کر لی ہے اور بادشاہی مسجد میں امام کعبہ کے پیچھے نماز پڑھ کر انھوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اب روشن خیالی ان کا مذہب نہیں ہے، اس سے یہ تائب ہو گئے ہیں۔ بہت شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی خوش آئند بات ہے کہ اس معزز ایوان میں اپوزیشن کی طرف سے بھی اور ٹریژری بنچوں کی طرف سے

انڈین لوک سبھا کے جو ڈپٹی سپیکر ہیں اور ان کے فیملی ممبرز کو آج پنجاب اسمبلی کا دورہ کرنے پر میں ان کو اس معزز ایوان کی طرف سے لاہور آمد پر خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ دورہ پنجاب سے یقیناً خوشگوار یادیں لے کر جائیں گے وہ بنیادی طور پر سینیٹ کی دعوت پر ایک میٹنگ میں شرکت کے لئے پاکستان آئے تھے لیکن انھوں نے حکومت پنجاب اور پنجاب کے عوام کو یہ اعزاز بخشا کہ وہ پنجاب کے اس معزز ایوان میں تشریف لائے۔ ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں بھی دل کی گہرائیوں سے ان کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا ہے کہ سرحدیں ختم نہیں ہو سکتیں لیکن دلوں کی نفرتیں ختم ہو سکتی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ معزز مہمان یہاں سے جو محبتیں لے کر جائیں گے اور جو محبتیں ہم پیش کر رہے ہیں وہ بھی ان محبتوں کے نتیجے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ اس کے ساتھ میں ان کو "جی آیانوں" کہتا ہوں۔

جناب جوزف حاکم دین: جناب سپیکر! میں اقلیتوں کی جانب سے ان کا پنجاب اسمبلی کے اس ایوان میں آنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمام ممبران کی جانب سے ان کو welcome کہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ ہمارے لئے اعزاز کی بات ہے کہ لوک سبھا کے ڈپٹی سپیکر یہاں موجود ہیں۔ ہم بار بار ان کو دعوت دیں گے۔ یہ پنجاب کو اپنا گھر سمجھیں، پاکستان کو اپنا گھر سمجھیں اور ایک بہترین ہمسائے کی حیثیت سے جو روایت روا رکھی جا رہی ہے ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے دوروں سے عوام اور بالخصوص غریب عوام کی بہتری ہو گی۔ جی، ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو اس بات پر دکھ کا اظہار کرتا ہوں کہ جب عوام اس ایوان کی کارروائی کو دیکھیں گے تو وہ بھی اظہار افسوس کریں گے کہ جو ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے اس پر آج کا دن بحث کے لئے رکھا گیا ہے۔ سارا دن بحث ہو گی۔ اپوزیشن بنچوں کی جانب سے قیمتی باتیں ہوئی ہیں، Financial Management کی غلط assessment کے حوالے سے باتیں ہوئی ہیں، غلط طریق کار کے حوالے سے جو کچھ ہوا ہے اس حوالے سے رانا ثناء اللہ صاحب اور وقاص صاحب نے کافی تفصیل سے نکات سامنے رکھے ہیں کہ کس طریقے سے اخراجات کئے گئے ہیں اور لوگوں کو نوازا گیا ہے۔ یہ ساری بحث ہو گی اور وزیر خزانہ آخر میں بات کریں گے اور

یہ ضمنی بجٹ بغیر کسی تبدیلی کے منظور ہو جائے گا اگر غیر پارلیمانی لفظ نہ ہو تو یہ سب ٹوپی ڈرامہ ہے جو آج پنجاب اسمبلی میں ہو گا۔

جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ آپ خود اس کمیٹی کے رکن ہیں جو رولز کے حوالے سے بنائی گئی ہے نئے واقعات و حالات کے حوالے سے اس ہاؤس کے نئے رولز کے بنانے کے لئے آپ کو بھی تحریک کرنا چاہئے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم قواعد میں تبدیلیاں لائیں۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ بجٹ جیسے پیش کیا جاتا ہے اسی طرح پاس ہو جاتا ہے حتٰی کہ وزراء کو بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے محکمے کے لئے کتنا بجٹ رکھا گیا ہے۔ یہاں یہ ہوتا ہے کہ بجٹ پیش کرنے سے پہلے کابینہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اس میٹنگ میں منظور ہو جاتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ 20/25 کلو وزنی بجٹ کا پلندہ 20/25 منٹ میں بغیر غور و خوض منظور کیا جائے۔

جناب والا! جہاں یہ سسٹم موجود ہیں کہ آٹھ آٹھ مہینے پہلے بجٹ سازی کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ رانا ثناء اللہ صاحب نے بھی یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ pre budget اجلاس میں بجٹ کے حوالے سے تجاویز لی جائیں۔ اس سے بجٹ سازی بہتر ہو گی۔ راجہ بشارت نے بھی اسے درست تسلیم کیا تھا۔

جناب والا! حکومت کے جتنے بھی محکمے ہیں ان کی کمیٹیاں موجود ہیں۔ میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کا tenure ختم ہو رہا ہے آپ ڈپٹی سپیکر ہیں آپ کمیٹیوں کو فعال بنائیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو گراس روٹ لیول پر عوام کے مسائل سے زیادہ آشنائی رکھتے ہیں اور ہم ہی مضبوط تجاویز دے سکتے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا کہ بجٹ کی تیاری کے لئے سٹینڈنگ کمیٹیوں کو ذمہ داری دی جائے اور بعد میں بجٹ ہاؤس میں پیش ہو تو اس سے اچھے نتائج نکلیں گے اور اس سے ہاؤس کو بھی اعتماد ہو گا۔ اس کے بعد ہم حقیقت میں کہہ سکتے ہیں کہ بجٹ ممبران نے عوام کے لئے پاس کیا ہے ورنہ یہ بحث بے مقصد ہے۔ آج ضمنی بجٹ پر بحث ہو رہی ہے اور اس سے پہلے بھی ریگولر بجٹ پر چار دن جنرل بحث ہوئی تھی۔ اس کے بعد cut motions پر بھی مختلف تجاویز آئیں لیکن ایک پائی کی تبدیلی کے بغیر سارے کا سارا بجٹ پاس ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں اور خدا کے لئے ہمیں اپنے اندر کچھ maturity لانا چاہئے اور سسٹم میں ایسی چیزیں induct کرنی چاہئیں کہ سسٹم بہتر ہو جائے۔

جناب والا! ہم نے پچھلے سال 274۔ارب روپے کا سالانہ بجٹ پاس کیا اور 70۔ارب روپے کا ضمنی بجٹ وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے۔ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں پچھلے تین چار ضمنی بجٹ جو پیش کئے گئے انھیں سامنے رکھتے ہوئے جو اوسطاً رقم allow کی گئی اس کے علاوہ انھوں نے 20 سے 30 فیصد کے قریب بجٹ میں زائد اخراجات کئے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک bad financial management ہے اس کی rectification ہونی چاہئے۔ دوسرا یہ ایک غلط assessment ہے۔ یہ صورتحال پانچوں بجٹ میں رہی ہے انھیں تو پہلے بجٹ کے بعد ہی کوئی اصلاح کر لینی چاہئے تھی اور اپنی assessments ٹھیک کر لینی چاہئیں تھیں۔ یہ assessments اس لئے غلط ہوتی ہیں کہ نیچے سے اوپر تک کام کرنے کا رواج نہیں ہے۔ ہمارے statistical departments اپنے دفتروں میں بیٹھ کر اپنی کارکردگی show کر کے کاغذات کے پیٹ بھر کے اوپر بھیج دیتے ہیں اور پھر ایک سیکشن آفیسر اس ساری کارروائی کو دیکھ کر ایک بجٹ تیار کر دیتا ہے جو یہاں پر announce ہو جاتا ہے اور پھر جب اگلے سال کا سالانہ بجٹ آتا ہے تو وزیر خزانہ ضمنی بجٹ بھی ساتھ ہی پیش کر دیتے ہیں۔ یہاں اس پر بہت سارے جائز اعتراضات بھی ہوتے ہیں لیکن اس حوالے سے کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر! میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ ہمارے معزز ممبران پنجاب اسمبلی اپنی مشکلات کے حوالے سے بہت ساری تحاریک استحقاق پیش کرتے ہیں لیکن میں اس حوالے سے حق بجانب ہوں کہ حکومت منظور شدہ اخراجات سے یہ جو 20 سے 30 فیصد تک زائد اخراجات کرتی ہے یہ نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ میں اس حوالے سے جناب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں تحریک استحقاق پیش کروں جسے استحقاق کمیٹی میں جانا چاہئے اور اسے thrash out ہونا چاہئے کہ یہاں پر کیا صورتحال چل رہی ہے۔ میں نے بجٹ تقریر میں بھی یہ بات کی تھی کہ یہ ہماری شہنشاہی حکومتیں ہیں۔ ایک بجٹ document پاس ہو جاتا ہے اس میں اخراجات کا پورا تعین ہوتا ہے کہ کس محکمے نے کیا خرچ کرنا ہے لیکن جب سال گزر جاتا ہے تو ضمنی بجٹ کے ذریعے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مدات کے اندر بالکل lavishly اور with tout financial constraints بغیر اجازت کے بے شمار اخراجات کئے جاتے ہیں اور بعد میں یہاں سے ٹھپا لگوا لیا جاتا ہے۔

جناب والا! آپ پولیس کو دیکھ لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ باتیں ہوتی ہیں اور بالکل جائز

بھی ہیں کہ اس حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے پولیس کے لئے بہت زیادہ پیسے رکھے ہیں اور پولیس نے بے بہا اخراجات بھی کئے لیکن ان کو اتنا بے شمار بجٹ دینے کے باوجود تا حال پولیس عوام کی حقیقی مشکلوں کا ازالہ صفر فیصد بھی کرنے میں ناکام رہی ہے۔ پورا ہاؤس اس بات کا گواہ ہے کہ ہر تھانے میں تھانے کے اہلکار صد فیصد ایف آئی آرز میں مدعی اور ملزم دونوں سے پیسے لیتے ہیں اور جب ان کی یہ intention ہوتی ہے تو اس نتیجے میں مدعی ملزم بن جاتا ہے اور انصاف کا پورے کا پورا معاملہ disturb ہو جاتا ہے۔ انصاف کی سیڑھیاں چڑھنے کے لئے ایف آئی آر ہی بنیاد ہوتی ہے لیکن ان حالات میں انصاف کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ پولیس کو جتنے زیادہ وسائل فراہم کئے جاتے رہے ہیں اور کئے بھی جا رہے ہیں یہ سارے فضول ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پولیس کی capacity building کی جائے انھیں کچھ سکھایا بھی جائے اور ان کا جو روایتی طریق کار ہے کہ کسی بھی جائز یا ناجائز ملزم کو پکڑ لیں تو اسے لمبا کر کے اس کی چھترول کرتے ہیں اور پھر اس سے منوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہذا استدعا ہے کہ اس سارے سلسلے کی rectification ہونی چاہئے اور اس کی بہتری کے حوالے سے ایک تجاویز دینا چاہتا ہوں۔ پنجاب کے موجودہ آئی جی احمد نسیم صاحب بہاولپور میں ڈی آئی جی رہے ہیں۔ پچھلے tenure میں جب میں ایم پی اے تھا تو میں نے انھیں اچھا پولیس آفیسر پایا ہے۔ اب وہ پنجاب میں آئی جی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب تک انھیں free hand نہیں دیا جائے گا، جب تک انھیں پولیس کی lot میں سے بہتر ڈی آئی جیز، ڈی پی اوز، ڈی ایس پیز اور ایس ایچ اوز لگانے کے لئے اجازت نہیں ہو گی تب تک اس حوالے سے اس سسٹم میں بہتری نہیں ہو گی لہذا حکومت نے اس حوالے سے جو پیسے خرچ کئے ہیں وہ بالکل ناجائز ہیں۔ ہاں اگر یہ ان اخراجات سے اساتذہ، ڈاکٹرز، انجینئرز، دیگر ایڈہاک اہلکاران، ورک چارج ملازمین اور ڈیلی ویجز پر کام کرنے والے ملازمین کو regular کرنے کے لئے کوئی اخراجات کر دیتے تو یہ بڑا احسن اقدام ہوتا اور ہم اسے appreciate کرتے اور انھوں نے جو ضمنی بجٹ پیش کیا ہے اسے پاس کرنے کے لئے بھی متفقہ سفارش کرتے۔

جناب سپیکر! میں نے اس حوالے سے جو گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں اور ایک آدھ محکمے کا حوالہ بھی دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل مناسب نہیں ہو گا کہ یہ ضمنی بجٹ یہاں سے پاس ہونے دیا جائے۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ دونوں طرف بیٹھے معزز ممبران ایک دفعہ

تو اتنی جرأت کا مظاہرہ کریں اور کہیں کہ ہم یہ ضمنی بجٹ پاس نہیں کرتے۔اگر ہم ایک دفعہ یہ جرأت کریں گے تو آئندہ آنے والی اسمبلیوں اور وزرائے خزانہ کے لئے مثال قائم ہو گی کہ اس طرح بجٹ documents کو ایک طرف پھینکتے ہوئے وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ جو اپنی مرضی اختیار کرتے ہیں ان کے آگے کوئی قدغن لگ سکتی ہے۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔اگلی مقرر محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: بہت شکریہ۔جناب سپیکر! یہاں پر جو 70۔ارب روپے کا ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ہم پہلے تو سالانہ بجٹ کا رونا روتے رہے کہ یہ بجٹ بہت شاہانہ ہے اور اس میں غریب کو کوئی ریلیف نہیں ملا لیکن اب المیہ یہ ہے کہ ہم نے 70۔ارب روپیہ ان چیزوں کا ادا کرنا ہے جن کا کہیں سے بھی غریب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔بہت ساری چیزیں پہلے بیان کی جا چکی ہیں جو رہ گئی ہیں میں صرف ان کی نشاندہی کرنا چاہتی ہوں۔اگر آپ گورنمنٹ بلڈنگز کا اندازہ لگائیں تو اس کے لئے ضمنی بجٹ میں 4۔ارب روپیہ مانگا گیا۔جن میں جمنیزیم، گورنر ہاؤس میں renovation of old guest houses فرسٹ floor کے لئے پچاس لاکھ مانگا گیا اور پھر پچاس لاکھ گورنر ہاؤس کے ریسٹ ہاؤس کے لئے ہے۔

جناب والا! اس میں سب سے interesting بات یہ ہے کہ:

installation of air conditioners, floor mounting units-each of 4 ton capacity in Darbar Hall, Governor house.

دربار ہال میں فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک کروڑ 93 لاکھ روپیہ لگایا گیا ہے۔میں اس ملک کے حکمرانوں سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ financial rules کیا کہتے ہیں۔ان کو پہلے بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ضمنی بجٹ اس لئے ہوتا ہے کہ کوئی ایمرجنسی ضرورت پڑے۔خدانخواستہ کوئی قدرتی آفت آجائے جس کا پہلے سے بجٹ میں پیسا نہیں رکھا گیا لیکن گورنر ہاؤس اور وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں تو پہلے ہی شاہانہ زندگی کے لئے بے تحاشا پیسا رکھا گیا ہے اور اب گورنر ہاؤس کا فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک کروڑ 93 لاکھ روپیہ مانگنے کے لئے کس طرح حق بجانب ہے---

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! محترمہ عظمیٰ صاحبہ بڑی پڑھی لکھی خاتون ہیں۔ انھوں نے دو دفعہ فرمایا کہ فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے۔floor mounting units وہ ہوتے ہیں جو فرش پر رکھ کر چلائے جاتے ہیں وہ فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے نہیں ہوتے۔ خدا کے لئے اس بات کو سمجھیں کہ floor mounting unit وہ ہوتا ہے جو صرف فرش پر رکھ کر AC چلایا جاتا ہے اور آج کل floor mounting unit بالکل عام ہے۔ پلیز اس بات کی تصحیح کر لیں کہ یہ فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جی، شکریہ۔ جیسے علاؤالدین صاحب نے فوراً کھڑے ہو کر یہ بتایا ہے اسی طرح یہ بھی بتا دیں کہ ایک کروڑ 93 لاکھ روپے کے جو فرش پر رکھ کر AC چلانے ہیں کیا اوپر والے سارے AC خراب ہو گئے ہیں کہ فرش پر رکھ کر AC چلانے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ گورنر ہاؤس میں جو پہلے AC موجود ہیں کیا ان کو آگ لگ گئی ہے؟ ایک کروڑ 93 لاکھ روپے کے AC کی کیا ضرورت ہے، کیا گورنر ہاؤس میں کوئی علیحدہ گرمی پڑتی ہے؟ پنجاب کے لوگ تو جھونپڑیوں میں رہتے ہیں جن کے لئے پانی بھی دستیاب نہیں ہے کیا انھیں ان کا خیال نہیں آئے گا؟ ان کو گورنر ہاؤس کا خیال آ گیا اور کہا کہ ہم AC اوپر سے اتار کر نیچے رکھ دیتے ہیں۔ ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ شرم کا مقام ہے کہ آپ غلط justifications دے رہے ہیں اور آپ AC اوپر سے اتار کر نیچے رکھ رہے ہیں اور نیچے سے اٹھا کر اوپر رکھ رہے ہیں۔ مجھے یہ بتائیے۔۔۔ (نعرہ ہائے تحسین)

صبغت اللہ چودھری (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لفظ شرم کو کم استعمال کریں۔ شائستہ طریقے سے گفتگو کریں۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، علاؤالدین صاحب فرمائیے!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں انھیں جواب دینا چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر ائر کنڈیشنر اور ہر چیز کی ایک age ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں لوگوں کی age نہیں ہوتی لیکن باقی سب چیزوں کی age ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں لوگوں کی age نہیں ہوتی باقی سب چیزوں کی age ہوتی ہے اور وہ ایک وقت پر آ کر obsolete ہو جاتے ہیں میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں

گا لیکن مجھے یہ تو بتادیں کہ وہ وقت ان کو کیوں بھول جاتا ہے جب ان کے اپنے اخراجات کیا تھے۔ اس وقت اصطبلوں میں بھی اے سی تھے پتا نہیں کون کون سے مربے کھائے جاتے تھے۔ اگر ہم نے ایک وقت مقررہ کے بعد اے سی بدلے ہیں یا ہم بدلنا چاہتے ہیں تو اس میں کیا غلط بات ہے۔ ان کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جتنی بھی چیزیں اترتی ہیں وہ باقاعدہ auction ہوتی ہیں۔ اب اگر یہ کہ کہیں گی کہ وہی گاڑیاں چلائی جائیں جو تیس سال پہلے لی گئی تھیں ان پر تو maintenance cost اتنی آ جائے گی to avoid that maintenance cost یہ چیزیں routine میں ہوتی ہیں اور ان کے دور حکومت میں بھی ہوتی رہی ہیں۔ بہت شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں ان کو تقریر کرنے دیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: مہربانی۔ جناب والا! ابھی تو میں نے صرف ایک گورنمنٹ کی building کو touch کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بات کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! جن باتوں کا ذکر یہ سب لوگ فرما رہے ہیں اور آوازیں آ رہی ہیں مجھے یہ بتادیں کہ سپلیمنٹری بجٹ کے اندر کیا ایسی رقوم پچھلی حکومتوں میں رکھی گئی تھیں۔ اگر رکھی گئی ہوتیں تو اس وقت بھی اس پر تنقید ہوتی۔ کیا یہ justification ہے کہ اگر اس وقت ایسا ہوا، اور جن مربوں کی یہ بات کر رہے ہیں مربے اپنی جیب سے کھلائے تھے ان کی جیب سے نہیں کھلائے تھے۔۔۔

معزز خواتین حزب اقتدار: گھوڑے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! یہ ہمارے گھوڑوں کو رو رہے ہیں انہوں نے گھوڑیاں پالی ہوئی ہیں۔ میں تو ان کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتی۔ (قطع کلامیاں)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز آرڈر۔ .No cross question please پہلے ان کو بات کرنے دیں اس کے بعد آپ بات کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! ایک abnormal عورت کے ساتھ میرا تو کوئی concern

بنتا نہیں ہے اس لئے میں پاگلوں کی باتوں کا جواب نہیں دیتی۔(قطع کلامیاں)

جناب والا! یہ جو گورنر سیکرٹریٹ ہے اس کے لئے ماشاء اللہ سپلیمنٹری بجٹ میں 10 کروڑ 69لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ گورنر سیکرٹریٹ میں اتنی قدرتی آفات آئیں اس میں اتنا immediate خرچہ کرنا پڑا جو 10 کروڑ اور 69لاکھ روپے ہو گیا۔ اگر ہم جی او آرون پر آ جائیں تو چیف منسٹر سیکرٹریٹ جو کہ ایک نیا سیکرٹریٹ بنا ہے لیکن اس کے باوجود اس میں 62 لاکھ روپے add کئے گئے ہیں۔[*****]

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ پلیز! آپ جو بھی الفاظ استعمال کریں شائستہ استعمال کریں۔ بطور خاتون آپ کو یہ زیب دیتا ہے اور نہ ہی ان کو زیب دیتا ہے۔ جی، فرمائیں!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! شائستگی ادھر بھی سکھائیں ابھی جو زبان ادھر سے استعمال کی جا رہی تھی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ ناچ کود اور اس قسم کی باتیں اچھی نہیں ہوتیں۔ آگے چلئے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! funds for purchase of transport or other items for Ministers, Advisors and Parliamentary Secretaries. جناب! ان کے لئے جو فنڈز سپلیمنٹری بجٹ میں رکھے گئے ہیں وہ 14 کروڑ روپے ہیں۔ یعنی پنجاب کی عوام کے equivalence جتنی آبادی ہے اتنے میں ہمیں یہ پارلیمانی سیکرٹری، یہ ایڈوائزر اور منسٹر پڑ رہے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ سپلیمنٹری بجٹ میں ان پر کیا آفت آ گئی ہے انہوں نے کون سے extraordinary کام کرنے تھے جن کے لئے 14 کروڑ روپے مزید رکھا گیا۔ جو ڈائریکٹر جنرل پروٹوکول ہیں ان کے لئے بھی مزید ایک کروڑ روپیہ ضمنی بجٹ میں رکھا گیا ہے۔

جناب والا! یہ تمام چیزیں جو میں آپ کو بتا رہی ہوں ان کا ضمنی بجٹ سے بالکل کوئی تعلق نہیں ہے۔ ضمنی بجٹ ان چیزوں کے لئے رکھا جاتا ہے جو آپ نے بجٹ میں نہیں رکھے تھے اور جو کسی immediate action کے نتیجے میں دینے پڑ گئے یہ immediate action ہے

جن کے لئے یہ فنڈ دینا پڑا۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب والا! اگر میں آگے آؤں تو ابھی میراتھن ریس پر رانا صاحب نے کہا کہ اس گورنمنٹ نے خرچ کیا تو میں رانا صاحب کو درست کرنا چاہتی ہوں۔ ضمنی بجٹ کا صفحہ نمبر 213 ہے اس میں finances for the Lahore Marathan 2007 کے لئے 5 کروڑ روپے۔ اس وقت میراتھن پر کہا گیا تھا کہ اس سلسلے میں ہمیں finances مل رہے ہیں اور شاید یہ collaboration کے ساتھ ہو رہا ہے تو اب اس ضمنی بجٹ میں مانگا گیا ہے۔ اس کے بعد بسنت سے متاثرہ لوگوں کو صرف ضلع لاہور میں 20 لاکھ روپیہ ادا کیا گیا ہے۔ ایک طرف حکمران اس وقت بضد تھے کہ ہم نے بسنت منانی ہے اور بسنت پر بھی اتنا خرچہ کیا گیا ہے جو الگ ہے اور جن لوگوں کی جان گئی ان لوگوں کو 20 لاکھ روپے ادا کئے گئے۔ ہیلی کاپٹر جس کی ابھی رانا صاحب نے بھی بات کی جس پر 9 کروڑ 87 لاکھ روپے کے سپیئر پارٹس خریدے گئے اور پھر بھی وہ ہیلی کاپٹر ہماری شاہانہ طرز زندگی کو meet نہیں کر سکا۔ پچھلے مہینے ابھی گورنر صاحب کے لئے اور وزیراعلیٰ صاحب کے لئے ایک ارب روپے کے دو نئے جہاز خریدنے کے ٹینڈر کئے گئے ہیں۔

(اس مرحلہ پر حکومتی بنچوں کی خواتین اراکین نے تالیاں بجائیں)

واقعی اس پر تالیاں بجانے کی ضرورت ہے اور تماشا دیکھنے کی ضرورت ہے کہ پنجاب کے وہ عوام کہ جہاں پر poverty rate یہ ہو جہاں پر غریب دو روٹیوں کے لئے بھی ترستا ہو وہاں پر 9 کروڑ 87 لاکھ لگا کر ہمیں چین نہیں آیا۔ ہم نے دو نئے جہاز خریدے ہیں اور اس کے بعد جناب! Funds for VIP visit to Bahawalpur یہ آپ بھی بہتر جانتے ہیں اور میں بھی بہتر جانتی ہوں کہ یہ کون سے VIP صاحب تھے جن کے visit کے لئے بہاولپور ڈسٹرکٹ کو 60 لاکھ روپیہ عطا کیا گیا اور آپ کو یہ پتا ہو گا اور اگر نہیں پتا تو 60 لاکھ ان کے ٹینٹوں کی جو ائیر کنڈیشنگ تھی اس کے لئے عطا کیا گیا اور ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو پنجاب گورنمنٹ نے ادا کیا۔ اس کے علاوہ بھی اتنی لمبی چوڑی فہرست ہے کہ اگر اس کو بیان کیا جائے تو شرمندگی ہوتی ہے کہ ہم اس ہاؤس میں بیٹھ کر اس ضمنی بجٹ میں وہ چیزیں مانگ رہے ہیں جس کی کوئی logic نہیں ہے۔ جب کسی غریب آدمی کو یہ پتا چلے گا کہ ایک طرف تو میرے بچوں کے لئے روٹی بھی نہیں ہے اور دوسری طرف ہم کروڑوں روپے ان چیزوں کے لئے ادا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد اگر میں ان کے miscellaneous

Funds for Punjab Government کی طرف آ جاؤں تو اس میں department Publicity campaign پنجاب گورنمنٹ کی publicity campaign کے اوپر ان کو 2 کروڑ اور 70 لاکھ روپے چاہئیں۔ شرم آتی ہے مجھے یہ سوچ کر کہ جس حکمران کو اپنی شکل دکھانے کے لئے اور اپنی پبلسٹی کرنے کے لئے دو کروڑ روپے چاہئیں۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم اپنی کارکردگی کے اوپر ووٹ لیں گے ایک طرف ان کی کارکردگی بہت مثالی ہے اور دوسری طرف اپنی شکلیں عوام کو ٹی وی اور اخبارات میں دکھانے کے لئے دو کروڑ اور ستر لاکھ روپے بھی چاہئیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! اس کے علاوہ ایک بڑی interested چیز ہے۔ Funds for purchase of 42& Plasma Colour TV. کوئی اس کا سر پیر نہیں ہے کہ یہ 42 انچ کا Plasma TV کس کو جائے گا اور کس کو 42 انچ کا ٹی وی دیکھے بغیر چین نہیں آ رہا۔ ایک لاکھ تیرہ ہزار روپے کا ایک ٹی وی کس کے لئے خرید ا گیا ہے وہ کہاں لگے گا اس کی کوئی تفصیل اس کتاب میں موجود نہیں ہے۔ اس کے بعد

Funds for the purchase of two digital video cameras along with accessories for DGPR

جناب والا! ڈی جی پی آر نے بھی سوچا کہ جب سب اتنی شاہانہ زندگی گزار رہے ہیں تو پھر میں پیچھے کیوں رہ جاؤں۔ انہوں نے بھی اپنے لئے تیس لاکھ روپے کے دو ڈیجٹل ویڈیو کیمرے ان کی گورنمنٹ سے مانگ لئے ہیں۔ اگر میں conclude کرتے ہوئے اتنا کہوں کہ کاش! ان حکمرانوں کو اب جاتے ہوئے بھی عقل آ جاتی۔ یہ اب جاتے ہوئے بھی اتنا سوچ لیتے کہ ہم 70۔ ارب روپے کا ضمنی بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

معزز خواتین حزب اقتدار: شیم، شیم۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! ان کی problem یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ٹکٹیں پکی کروانی ہیں اس لئے پاگل ہو چکی ہیں اس لئے بغیر سوچے بغیر سمجھے بول رہی ہیں کیونکہ ٹکٹ پکی کروانی ہے لیکن ٹکٹ ان کی پہلے پکی تھی اور نہ ہی اب ان حرکتوں کی وجہ سے پکی ہونی ہیں بلکہ شاید ان کی ٹکٹیں ان کی حرکتوں کی وجہ سے کٹ ہی جائیں کیونکہ یہ پارلیمانی حرکتیں نہیں ہیں۔

جناب والا! اگر ایک طرف یہ عالم ہو کہ 70۔ ارب روپے آپ شاہانہ زندگی بسر کرنے

کے لئے مانگ رہے ہوں تو میں صرف افسوس سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ ان حکمرانوں کو شاید وقت آخر پرbelieve نہیں ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ جب عوام ان کا گریبان پکڑیں گے اور وہ ان شاہانہ زندگیوں کا حساب مانگیں گے تو ان کے ساتھ ہوگا کیا۔ان کو گلی گلی میں گھسیٹا جائے گا اور غریب کی ایک ایک پائی جو اس 70۔ارب روپے کے بجٹ کے ساتھ جڑی ہے اس کا حساب انہیں دینا پڑے گا۔میں مذمت کرتی ہوں ایک تو شاہانہ زندگی کی اور اس کے علاوہ جوirrelevant قسم کے expenses کئے جارہے ہیں اس پر میری یہ گزارش ہوگی کہ اس ضمنی بجٹ کو at once مسترد کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔محترمہ پروین سکندر گل!

شیخ علاؤالدین: جناب والا!میں نے بھی بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو موقع دیتا ہوں تشریف رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں نے صرف ایک منٹ میں اپنی بات کرنی ہے کیونکہ انہوں نے ایسی بات کی ہے مجھے اس کا جواب دینے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو ان کے بعد موقع دیتا ہوں۔

محترمہ پروین سکندر گل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! شکریہ۔آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔میری گزارش یہی تھی کہ main budget پر تو بات کرنے کا مجھے موقع نہیں ملا لیکن روز جو ہمارے بہن بھائی یہ کہتے تھے کہ ایک بجٹ بھی نہیں آدھا بجٹ بھی نہیں 25۔نومبر سے یہ کہا جا رہا ہے کہ آج حکومت گئی کل گئی۔میں یہ سمجھتی ہوں کہ آج یہ سب کے لئے مبارکباد کی بات تھی کہ پانچواں بجٹ بھی پیش ہوا اور ایک سے ایک بجٹ بڑھ کر ہوا اور پانچواں سال بھی پورا ہوا تو اس پر ہمارےFinance Minister and Chief Minister Punjab مبارکباد کے مستحق ہیں۔

جناب سپیکر!اب ضمنی بجٹ پر بات ہو رہی ہے اس کے اوپر بھی شاید دو دن کے بعد بات ہو، جو میں سمجھتی ہوں کہ کل چیف منسٹر پنجاب نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا کہ انہوں نے پی ایچ اے کے تین ہزار کچے ملازمین کو پکا کیا ہے میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے تین ہزار گھرانوں کو تقویت بخشی ہے۔کہنے کے لئے تو یہ ہے کہ فلاں کر دیا، فلاں کر دیا اور فلاں پیسوں کی کیا ضرورت

ہے۔ جب پہلے کسی نے کسی غریب کے لئے نہیں سوچا تھا تو اب وہ چیزیں شامل ہیں۔ اب میں گزارش کروں گی کہ ہمارا ایک مڈل سکول تھا جو 3/2 سال سے missing facilities میں جا تا رہا ہے۔ منسٹر ایجوکیشن تشریف رکھتے ہیں یہ غیاپال نگر کا مڈل سکول تھا جسے ہائی سکول کا درجہ دینے اور اضافی کمرہ جات کے لئے بھی حکم صادر ہوا تھا لیکن وہ ابھی تک شروع نہیں ہوئے تو میری یہ گزارش ہے کہ اس مد کے بجٹ میں اس کو شامل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں سپورٹس کے بارے میں کروں گا۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی کہا تھا کہ سپورٹس فنڈز بہت کم ہے اس کو بڑھایا گیا لیکن اس میں تشویشناک بات یہ ہے کہ محکمہ سے کہا گیا تھا کہ service rules بنائے جائیں۔ انہوں نے ایک محکمے کے اندر سے ایک نیا محکمہ بنا دیا۔ فیڈریشن کے تحت اگر چار اسمبلیاں چلتی ہیں تو پانچویں AJK اور اس میں کبھی کوئی چھٹی چیز نہیں بن سکتی۔ یہاں یہ ہوا ہے کہ فیڈریشن کے تحت چار صوبوں میں چار ڈائریکٹوریٹ ہوتے ہیں جنہوں نے سپورٹس کا کام کرنا ہوتا ہے۔ اسٹیبلشمنٹ کے لئے پیسا الگ ہوتا ہے، انفراسٹرکچر کے لئے بے شمار پیسا رکھا گیا، بہت اچھی بات ہے۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے سپورٹس کو بہت اہم سمجھ کر انفراسٹرکچر کے لئے پیسے رکھے کیونکہ کھلاڑی وہ لوگ ہوتے ہیں جو پاکستان کے اندر صوبوں کا اور باہر جا کر پاکستان کا نام پیدا کرتے ہیں مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ کھلاڑیوں کے لئے کچھ نہیں سوچا گیا۔

جناب سپیکر! ایڈمنسٹریشن پر بہت زیادہ اخراجات بڑھا دیئے گئے ہیں۔ پہلے 2 کروڑ کی گرانٹ ہوتی تھی جس میں سے ایک کروڑ 81 لاکھ روپیہ تنخواہوں میں چلا جاتا تھا اور اس کے بعد سپورٹس کی development کے لئے کوئی چیز نہیں رکھی جاتی تھی۔ ہم نے summary بھجوا کر گزارش کی تو اس کے اندر بھی کچھ اضافہ کیا گیا مگر افسوسناک بات یہ ہے کہ ایک ایم ڈی مقرر کر دیا گیا اور اس کے ساتھ فضول سی کچھ اور پوسٹیں بھی شامل کر دی گئیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ پہلے ایک کھلاڑی کے لئے -/100 روپیہ ڈیلی رکھا جاتا تھا۔ ہم نے بڑی مشکل سے اس کو -/150 روپیہ کروایا لیکن اس مہنگائی کے دور میں ان پیسوں میں اس کھلاڑی کے لئے تین وقت کا کھانا مشکل سے ملتا ہے۔ فنانس منسٹر صاحب سے میری گزارش ہے کہ کھلاڑی کو کم از کم -/200 روپیہ ڈیلی دیا جائے اور جب کھلاڑی اکانومی کلاس میں بیٹھ کر دوسرے صوبے میں جاتا ہے تو اس کی اپنی حالت غیر ہوئی ہوتی ہے لہذا میری درخواست ہے کہ کھلاڑی کو فسٹ کلاس ٹرین کا کرایہ دیا جائے۔

جناب سپیکر! جب ہم لوگ بات کرتے ہیں کہ فلاں چیز نہیں ہوئی یا فلاں مد میں پیسے کیوں زیادہ رکھے گئے ہیں۔ ہمارے اپوزیشن کے بہن بھائی بھی صرف ایک طرف سے دیکھتے ہیں کہ فلاں چیز کے لئے پیسے رکھ دیئے گئے لیکن اس میں یہ نہیں سوچتے کہ کچھ وہ ضروریات ہیں جو آپ کی روزمرہ ضروریات میں شامل ہیں۔ ابھی ادھر دوائیوں کی بھی بات ہوئی تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ وہی بات ہے کہ کوا کالا ہے، سفید نہیں ہے۔ دوائیاں مل رہی ہیں اور آج جب لوگ ایمرجنسی میں جاتے ہیں تو وہ فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں باہر بھاگنا نہیں پڑتا اور ایک مریض کے ساتھ چار attendants کی ضرورت اب نہیں پڑتی، انہیں اسی جگہ پر دوائیاں ملتی ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح یہاں محکمہ تعلیم کی بات ہو رہی ہے میں سمجھتی ہوں کہ enrollment بڑھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو بہتری آئی ہے اسے بھی ہمیں ماننا چاہئے۔ نہ ماننے والی پالیسی رکھ کر ہم نے کہاں تک چلنا ہے۔ کچھ چیزوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اتنے اخراجات رکھے گئے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ پنجاب اسمبلی میں جتنی legislation ہوئی ہے اتنی چاروں اسمبلیوں میں legislation نہیں ہوئی۔ اس کے تحت ایجوکیشن کی بے شمار یونیورسٹیاں بنیں۔ ہیلتھ کی یونیورسٹیوں کا چارٹر ہوا تو جب کام ہوگا تو اخراجات بھی بڑھیں گے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمارا جتنا بھی ضمنی بجٹ ہے اس میں کوئی بھی غیر ضروری چیز نہیں ہے۔ فنانس منسٹر سے میری یہ گزارش ہے کہ ایک تو محکمے کے اندر غیر قانونی طور پر ایک جو نیا محکمہ بنا دیا گیا ہے کیونکہ کوئی کارپوریشن نہیں ہے۔ ڈائریکٹوریٹ نے سپورٹس کا انعقاد اور کھلاڑیوں کو facilitate کرنا ہوتا ہے تو میری گزارش ہے کہ پہلے کھلاڑیوں کی کچھ بہتری ہو اور ایڈمنسٹریشن پر اخراجات بہت کم کئے جائیں۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب فرمائیے!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ ابھی محترمہ عظمیٰ زاہد نے جو باتیں کہی ہیں میں حلفاً یہ بات کہتا ہوں کہ پچھلے دنوں پیپلز پارٹی کے ایک انتہائی معزز لیڈر سے میری بات چیت ہوئی جن کا میں بہت زیادہ regard کرتا ہوں۔ میں نے ان سے یہ کہا کہ آپ کی پارٹی کی لیڈر شپ کا attitude، خاص طور پر کالا باغ ڈیم پر آپ کی لیڈر شپ کا مؤقف جس قسم کا ہے اس کے باوجود آپ جیسی عظیم شخصیت اس پارٹی میں کیوں ہے؟ میں حلفاً کہتا ہوں انہوں نے کہا کہ ہم

کیا کریں اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ مارکیٹنگ کی ایک terms ہے۔ Good product in that hand ان کے پاس اتنے پیارے politicians ہیں جن میں سے ایک عظمیٰ زاہد بھی ہیں لیکن جب یہ اس قسم کی تنقید کرتی ہیں تو مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے کہ ان کو معلوم ہے کہ ہماری حکومت نے ملک کی بہتری کے لئے development میں کیا کچھ کیا ہے۔ یہ آج تک کالا باغ ڈیم پر اپنا موٴقف صاف نہیں بتاتے لیکن ان کے پاس جو اچھے politicians ہیں جن میں سے یہاں پر کچھ موجود ہیں میں ان کو یہ بتاتا ہوں کہ آپ نے انشاء اللہ ایک دن آنا مسلم لیگ میں ہی ہے کیونکہ آپ کا پیپلز پارٹی میں کوئی future نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب ڈپٹی سپیکر! سپیکر صاحب نے ایک خاتون کو تین دن کے لئے ہاؤس سے نکالا تھا۔ میری گزارش ہے کہ ڈاکٹر فرزانہ نذیر کو بھی تین دن کے لئے آپ ہاؤس سے نکال دیں اس سے ہاؤس میں امن ہو جائے گا۔ میں اس ہاؤس میں کھڑا ہو کر حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے انہیں کوئی لیٹر نہیں لکھا۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: بگو صاحب! آپ اپنا ٹائم ڈاکٹر صاحبہ کو دینا چاہتے ہیں؟ آپ اپنی speech کریں۔ بی بی! آپ تشریف رکھیں۔ میں ان کے بعد آپ کو بھی موقع دوں گا۔ جی، بگو صاحب! آپ فرمائیے۔ (قطع کلامیاں)

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ کی دل لگی کی داد دینا پڑتی ہے۔ اس عمر میں زبان کا مزا ضرور لیتے ہیں جس طرح آپ لے رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں آپ کو سی پی اے کے ٹور سے واپسی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آپ کی دو ہفتے کی غیر حاضری کو ہم نے محسوس کیا ہے اب آپ کو welcome کہتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں ضمنی بجٹ پر چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ پوری دنیا میں جہاں پر جمہوری سسٹم موجود ہے جس کو ہم بھی follow کرتے ہیں۔ اس میں ضمنی بجٹ کا وہ تصور جو پاکستان میں مروج ہے وہ کسی بھی جمہوری ملک میں نہیں ہے۔ جب بجٹ بنتا ہے تو اس میں زائد اخراجات ضرور آ جاتے ہیں اور ایسا ہو بھی جاتا ہے لیکن اس کا طریق کار دوسرے ملکوں میں کیا ہے، امریکہ اور برطانیہ میں کیا ہے؟ اس میں ان کا طریق کار یہ ہے کہ اگر کوئی بہت بڑا ایسا مسئلہ درپیش آ گیا

ہے۔ جس طرح کہ ہمارے فاضل دوست نے مثال دی تھی کہ دریا کے کنارے اگر دو شہر آباد ہیں اور ان کے درمیان پل ٹوٹ جاتا ہے تو اس کے لئے تو ہنگامی بنیادوں پر بجٹ منظور کروایا جا سکتا ہے اور اس پر میرے خیال میں کسی کو اعتراض کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی لیکن آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ اب یہ اس وقت 70-ارب روپے سے زائد کا ضمنی بجٹ یہ منظور کروا رہے ہیں۔ اس میں زیادہ رقوم ایسی ہیں کہ جن کا ایمرجنسی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہنگامی بنیادوں پر کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہوا۔ جس کی بنیاد پر انھوں نے ضمنی بجٹ پیش کیا ہے۔

جناب سپیکر! انھوں نے 41 مطالبات زر یہاں پر پیش کئے ہیں جن کے لئے یہ بجٹ منظور کروانا چاہتے ہیں۔ ان میں چھوٹی چھوٹی رقمیں بھی ہیں لیکن جو بڑی بڑی رقوم ہیں ان میں ایک رقم مطالبہ زر نمبر 9 میں مانگی گئی ہے اس میں ضمنی رقم 7-ارب 26 کروڑ 63 لاکھ 38 ہزار روپے زائد خرچ ہوئے ہیں اور یہ پولیس پر خرچ ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! اس وقت ہمارے ملک کی جو صورتحال لاء اینڈ آرڈر میں ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ ہم گو اپوزیشن میں بیٹھے ہیں، گورنمنٹ میں بیٹھے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو غلط ثابت کرنے کے لئے اور ایک دوسرے کی بات کو نہ ماننے کے لئے بات کرتے ہیں لیکن آج اخبارات ملاحظہ فرمالیں کہ ہر جگہ کرائم ریٹ بڑھ چکا ہے اور خصوصی طور پر پنجاب میں بہت بڑھ چکا ہے۔ ڈکیتیاں اتنی ہو رہی ہیں کہ جن کا کوئی حساب نہیں ہے۔ پچھلے دنوں ایک آدمی نے تجزیہ کیا اور اس نے کہا کہ پاکستان میں ہر پانچ منٹ کے بعد ایک ڈکیتی ہوتی ہے، ایک چوری ہوتی ہے کوئی نہ کوئی جرم ہوتا ہے جس کے لئے یہ ضمنی بجٹ میں اتنی رقم مانگ رہے ہیں تو ان کو چاہئے تھا کہ یہ اپنی کارکردگی لاء اینڈ آرڈر میں ہاؤس کو بتاتے کہ پولیس نے یہ کارکردگی دکھائی ہے اور جرائم کی شرح کم ہوئی ہے پھر ہم اس پر ان کو ضرور تحسین پیش کرتے اور بڑی خوشی کے ساتھ یہ بجٹ بھی منظور کرتے۔ انھوں نے صرف یہ کہا ہے کہ ہم نے یہ زائد رقم خرچ کی ہے اس کے لئے ہمیں اجازت دے دی جائے۔

جناب سپیکر! بدقسمتی یہ ہے کہ سالانہ بجٹ اور یہ جو ضمنی بجٹ ہے یہ ہاؤس منظور کرتا ہے اگر یہ ہاؤس بجٹ پاس نہ کرے تو پورے پنجاب کا پورے صوبے کا سسٹم فلاپ ہو جائے۔ ہم بجٹ منظور کرتے ہیں، ضمنی بجٹ بھی آج ہم ہی منظور کریں گے لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ عملی طور پر اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے جتنے دوست ہیں ان کا اس بجٹ سے کوئی تعلق نہیں

ہے۔ ہماری رائے کو اس میں شامل کیا جاتا ہے اور نہ ہماری تجاویز کو اس میں شامل کیا جاتا ہے۔ بہت سارے ملکوں میں پری بجٹ بحث ہوتی ہے، اس میں جو پارلیمنٹ کے ممبر ہوتے ہیں ان کی تجاویز کو، ان کی recommendations کو کمیٹیاں لیتی ہیں، ہاؤس میں پاس کیا جاتا ہے اور پھر سالانہ بجٹ منظور ہوتا ہے لیکن اس ہاؤس میں، میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ سوائے وزیر خزانہ کے ان کو تو پتا ہو سکتا ہے شاید وزیر اعلیٰ پنجاب بھی اس میں مکمل طور پر شامل ہوں لیکن میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں اکثریت ان کی ہے جنہیں کچھ پتا نہیں ہوتا کہ یہ بجٹ کس طرح منظور ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن کے حوالے سے میں نے پہلے بھی بات کی تھی اور میں آج بھی بات کرتا ہوں کہ ہمارے دوست باری صاحب، جاوید صاحب اور دوستوں نے بھی کہا کہ ہمارے حلقوں میں ہمارے سکول اپ گریڈ ہوئے ہیں اور ہمارے کالج اپ گریڈ ہوئے ہیں۔ وہاں پر 80/70 فیصد کام ہوا ہے۔ یہ بالکل درست کہتے ہوں گے ان کے حلقے میں تو یقیناً کام ہوا ہے لیکن آپ ایک طرف ملاحظہ فرمالیں کہ 125 کے قریب اپوزیشن کے لوگ ہیں۔ ایک اپوزیشن کے آدمی کو بھی ایجوکیشن ریفارمز پروگرام میں ایک پیسا بھی نہیں دیا گیا۔ ان کے حلقوں میں ایک پیسا بھی نہیں لگا۔

جناب سپیکر! ہوا یہ ہے کہ ان حلقوں میں جو لوگ اپوزیشن سے ہار گئے تھے ان کو انھوں نے فنڈز دیئے ہیں اور ان کو کہا ہے کہ یہ فنڈز استعمال کرو۔ جو منتخب نمائندے کا حق ہوتا ہے وہ فنڈز اس ہارے ہوئے آدمی کو انھوں نے دیئے ہیں اور وہ اپنی مرضی سے کچھ لگا رہا ہے، کچھ کھا رہا ہے اور جو کچھ بھی وہ وہاں پر کر سکتا ہے وہ کر رہا ہے۔ میں نے اس ایوان میں کئی دفعہ یہ کہا تھا کہ جو ڈویلپمنٹ بجٹ ہوتا ہے، ڈویلپمنٹ فنڈ ہوتا ہے وہ ایم پی اے کا حق ہوتا ہے اور ایم پی اے نے ذاتی طور پر اپنی جیب میں نہیں ڈالنا ہوتا بلکہ وہ اس حلقے کی عوام کا بجٹ ہوتا ہے اس حلقے کے عوام کے لئے وہ بجٹ استعمال ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے یہ دوست درست کہتے ہیں کہ ان کے حلقوں میں کام انفرادی طور پر تو ہوا ہوگا لیکن پورے پنجاب میں 1/4 ایسا حلقہ ہے جہاں سے اپوزیشن کے ممبران کا تعلق ہے وہاں پر ایک پیسا بھی انھوں نے ایجوکیشن ریفارمز پروگرام میں نہیں لگایا۔

جناب سپیکر! میرا حلقہ پی پی۔122 ہے اور سارا شہری حلقہ ہے۔ انھوں نے شروع شروع میں ہم سے جو رپورٹ مانگی تھی کہ یہ بتائیں کہ آپ کے حلقے میں کتنے missing

facilitiesوالے سکول ہیں۔ ہم نے ان کو تفصیلی رپورٹ دی تھی۔ آج بھی میرے حلقے میں بعض سکول ایسے ہیں جہاں پر بجلی ہے، لیٹرین ہے اور نہ ہی چار دیواری ہے۔ میں آج بھی وزیر تعلیم سے یہ کہوں گا کہ انھوں نے یہاں پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے بہت زیادہ کام کئے ہیں۔ میں ان کو بڑے اچھے اور آنرایبل طریقے سے یہ دعوت دیتا ہوں کہ یہ میرے حلقے میں تشریف لائیں میں ان کو ان سکولوں میں لے جاتا ہوں جن کی چار دیواریاں ہیں، جن میں بجلی ہے اور نہ ہی ان میں پینے کا پانی ہے۔

جناب سپیکر! پھر یہاں پر جو زائد بجٹ مانگا ہے۔ سالانہ بجٹ میں بھی اور اس بجٹ میں بھی موٹروے کے حوالے سے بہت زیادہ بات ہوئی ہے کہ سیالکوٹ کو موٹروے بہت بڑا پراجیکٹ دیا ہے۔ میں اس کی حقیقت آج اس ہاؤس میں کھولنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کو یہ حقائق بتانا چاہتا ہوں کہ موٹروے کا سارا صلہ ہمارے سیالکوٹ کے چیمبر آف کامرس اور صنعتکاروں کو جاتا ہے اس لئے کہ انھوں نے وہاں پر 400۔ ارب روپے پر مشتمل ایک بہت بڑے پرائیویٹ سیکٹر میں ایک عجوبہ کیا ہے کہ وہاں پر ائرپورٹ قائم کر دیا ہے جب وہ ائرپورٹ بنانے کے لئے سوچ ہی رہے تھے تو اس حکومت نے آج سے تین سال پہلے ان کو offer کی تھی لیکن حکومت کی یہ سوچ تھی کہ شاید سیالکوٹ کے انڈسٹریلسٹ اتنا بڑا منصوبہ نہ بنا سکیں لیکن جب وہ منصوبہ 99 فیصد بن گیا اور چلنے کے قریب ہو گیا تو پھر دیکھیں کہ ہنگامی طور پر پنجاب کے پچھلے بجٹ میں موٹروے کے لئے کوئی رقم نہیں رکھی گئی۔ اگر کوئی منصوبہ بنایا جاتا ہے تو اس کے لئے estimate بنایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آئندہ مالی سال میں کچھ رقم رکھی جائے گی لیکن پچھلے سال کا بجٹ آپ ملاحظہ فرمالیں تو اس میں کہیں پر بھی آپ کو سیالکوٹ موٹروے کے متعلق ایک سطر بھی نظر نہیں آئے گی۔ ہوا یہ کہ جب سنٹرل گورنمنٹ نے دیکھا کہ سیالکوٹ کے شہری ائرپورٹ بنادیں گے تو 60 فیصد کا کارگو جو لاہور ائرپورٹ پر جاتا ہے وہ سیالکوٹ کا ہوتا ہے تو ان کو سنٹرل گورنمنٹ نے کہا کہ اگر یہ ائرپورٹ بن گیا تو یہ سارا کارگو سیالکوٹ کو ہی چلا جائے گا اور لاہور ائرپورٹ گھاٹے میں بھی جائے گا اور شاید یہ بند ہونے کے قریب آ جائے لہذا اس کو روکو اس لئے اس گورنمنٹ نے ان کو یہ offer دی کہ ہم آپ کو موٹروے بنادیتے ہیں جس پر آپ 45 منٹ میں لاہور سے سیالکوٹ آ جا سکتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ مقصد تھا جس کی وجہ سے یہ موٹروے منظور ہوا۔ یہاں پر جب وزیراعلیٰ پنجاب نے اعلان کیا تو ڈسٹرکٹ ناظم کے پاؤں ہی کھڑے نہیں ہوتے تھے اس نے کہا کہ یہ منصوبہ تو میرے کہنے پر وزیراعلیٰ پنجاب نے

دیا ہے، کسی نے کہا کہ میرے کہنے پر دیا ہے لیکن ہم مشکور ہیں کہ اس کے باوجود اگر موٹروے بننے کے لئے پنجاب گورنمنٹ نے funding کی ہے اور سنٹرل گورنمنٹ funding کرے گی تو ہم اس کے لئے بھی مشکور ہیں، میں اس میں ناشکری کا مظاہرہ نہیں کرتا لیکن میں ان سیاستدانوں کا جن کا سیالکوٹ سے تعلق ہے اور جو وہاں پر اخباروں کی خبروں کی زینت بننے کے لئے روز یہ بیان دے دیتے ہیں کہ موٹروے ہماری کوشش سے بنا ہے حالانکہ اس کوشش میں ان کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

وزیر صنعت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر صنعت: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! بگو صاحب کی جو زبان پر آتا ہے، جو ذہن میں آتا ہے بولتے جاتے ہیں لیکن کبھی بھی حقیقت سے ان کی باتوں کا تعلق نہیں ہوا ہے۔[***] بولتے ہیں اسی طرح ان کے لیڈر بھی [***] بولتے ہیں۔100 مرتبہ ان کے لیڈر اسمبلی میں کہہ چکے ہیں کہ ہم اس بات پر استعفیٰ دے رہے ہیں، ہم فلاں بات پر استعفیٰ دے رہے ہیں لیکن ابھی تک انہوں نے سچ نہیں بولا ہے۔ ابھی لاہور سیالکوٹ موٹروے اور سیالکوٹ ائرپورٹ کی بات ہو رہی تھی، آج اللہ کے فضل سے سیالکوٹ ائرپورٹ تقریباً مکمل ہونے کو ہے۔ اس میں ہر قسم کی جتنی بھی ضروریات ہیں پنجاب گورنمنٹ نے بھی پوری کی ہیں اور فیڈرل گورنمنٹ نے بھی پوری کی ہیں۔ پہلے دن سے جب زمین لی گئی تو وہ ہماری گورنمنٹ کے دور میں خریدی گئی اس کے لئے پنجاب گورنمنٹ اور فیڈرل گورنمنٹ نے پیسے دیئے تھے ان کی یہ نیت تھی کہ وہاں پر ائرپورٹ بنے، اس لئے آسان شرائط پر سیالکوٹ ائرپورٹ والوں کو قرضے دیئے گئے جس میں آج تک کبھی واپسی کا مطالبہ کیا گیا ہے اور نہ ہی ابھی تک اس پر کوئی interest لیا گیا ہے۔ یہ ہماری گورنمنٹ کی نیک نیتی تھی کہ وہاں پر ائرپورٹ بننا چاہئے۔ اس کے بعد جس دن وہ ائرپورٹ بننا شروع ہوا تھا تو خود وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے جا کر سیالکوٹ ائرپورٹ کا افتتاح کیا تھا اس میں ہماری نیت شامل تھی کہ وہاں ائرپورٹ بننا چاہئے تھا۔ ابھی یہ سیالکوٹ لاہور موٹروے کی بات کر رہے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ سیالکوٹ لاہور موٹروے کا کارنامہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا اور انشاء اللہ اس علاقے کی قسمت بدل جائے گی، وزیر اعلیٰ پنجاب کا جو وژن 2020 ہے اس

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

میں موٹروے کا پروگرام شامل ہے اور ہم نے خود موٹروے کا پروگرام دیا تھا۔اب دیکھیں کہ لاہور سے جو موٹروے شروع ہو رہا ہے اس میں سب سے پہلے محمود بوٹی بند پر ایک سپورٹس سٹی بن رہا ہے، اس کے بعد وہاں پر تین انڈسٹریل اسٹیٹ بن رہے ہیں، وہاں پر یونیورسٹیاں بن رہی ہیں، Swedish Government یونیورسٹی بنا رہی ہے۔یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے کہ جس سے لاکھوں کی تعداد میں انشاء اللہ تعالیٰ روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں گے۔اس کی وجہ سے دنیا جہان کے انڈسٹریلسٹ کی توجہ اس طرف ہے۔قطر کی ایک کمپنی آ رہی ہے کہ وہاں پر ہم انڈسٹریل اسٹیٹ بنانا چاہتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔یہ کیا تقریر کر رہے ہیں اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا؟

وزیر صنعت: جناب سپیکر! یہ پہلے میری پوری بات تو سن لیں۔Swedish Government وہاں پر یونیورسٹی بنا رہی ہے جس میں Ericsson کمپنی آ رہی ہے، سب کمپنیاں آ رہی ہیں اور اس طرح سے یہ تاریخی کارنامے ہیں اس کو تو جھٹلایا ہی نہیں جا سکتا۔بد قسمتی یہ ہے کہ اپوزیشن والے کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر پر تقریر کر رہے ہیں؟ اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے بلکہ یہ پوائنٹ آف انفارمیشن پر بات کر رہے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر تو to the point ہونا چاہئے۔ ان کو حق ہے کہ یہ گورنمنٹ کا point of view دیں اور ارشد صاحب جو تقریر کر رہے ہیں اس کا جواب دیں ہمیں اس سے کوئی اعتراض نہیں ہے اور ہم اس کو بڑے غور سے سنیں گے لیکن اس طریقے سے نہیں کہ پوائنٹ آف آرڈر پر کسی ممبر کو interrupt کیا جائے اور اس کی تقریر کا جواب دینا شروع کر دیا جائے۔اس پر آپ رولنگ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بات یہ ہے کہ بگو صاحب نے جب ان کی طرف پوائنٹ آؤٹ کر کے یہ کہا کہ ضلع ناظم یہ کہتے پھرتے ہیں تو اس کی وہ وضاحت کر رہے تھے۔اگر بگو صاحب یہ نہ کہتے تو وہ اس کی

وضاحت نہ کرتے اور بگو صاحب اپنی تقریر جاری رکھتے۔ جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اگر تو یہ ضلع ناظم ہیں تو پھر تو ان کو بات کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کے بھائی ضلع ناظم ہیں؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے تو ضلع ناظم کو کہا ہے۔ پتا نہیں ان کا بھائی ضلع ناظم ہے یا پچھلا ضلع ناظم ان کا بھائی تھا۔ اب انہوں نے کہا ہے کہ یہ بھی [***] ہیں ان کے لیڈر بھی [**] ہیں، ان کی حالت آپ خود دیکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں لفظ جھوٹ کو کارروائی سے حذف کرتا ہوں اور آئندہ میں آپ سے request کروں گا کہ لفظ غلط بیانی استعمال کیا کریں نہ کہ لفظ جھوٹ استعمال کیا کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ان کی حالت دیکھیں کہ پچھلے دنوں ان کے دو بھتیجے اور بیٹے ایک گاڑی میں آ رہے تھے اور انہوں نے شراب پی ہوئی تھی، انہوں نے ایک accident کیا اور دو بچوں کی ٹانگیں توڑ دیں، ایک کا دماغ فریکچر کر دیا اور وہ سڑک پر تڑپ رہے تھے لیکن ان کو کوئی اٹھانے والا بھی نہیں تھا شاید ان کی کوئی نہ سنتا لیکن ہوا یہ کہ ان کی بدقسمتی تھی کہ سامنے سے آرمی کا کوئی میجر آ گیا تو اس نے ان کو گاڑی مار کر ان کے بھتیجوں کو بھی نیچے گرا دیا اور میجر نے روک لیا، پھر فوج نے ان کا جو حال کیا کہ ان کے بھتیجے اور بھانجے کو پچیس پچیس دن جیل میں رکھا۔ ان کے گھروں میں پولیس نے یہ کیا کہ ان کی ذاتی گاڑی اٹھا کر تھانے لے آئے، پولیس ان کے گھر دیواریں پھلانگ کر داخل ہو گئی اور پھر انہوں نے فوج سے معافی مانگ کر اپنی جان چھڑائی۔۔۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر! جس طرح میں پہلے بتا رہا تھا کہ جس طرح یہ [***] بولتے ہیں یہ [**] پر [**] بولے جا رہے ہیں۔ یہ سارا ایوان یہاں گواہ ہے کہ joint investigation ہوئی تھی جس میں آئی ایس آئی والے تھے، ملٹری والے اور پنجاب پولیس والے تھے انہوں نے investigation کر کے یہ ثابت کیا ہے جس میں لاہور ہائی کورٹ کا بھی فیصلہ ہے کہ یہ سارے الزامات ہم پر غلط تھے جس کے میں ثبوت پیش کر سکتا ہوں اور جو joint investigation team بنی تھی اس میں بھی یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس میں ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا یہ ہم پر جھوٹا الزام تھا۔ لاہور ہائی کورٹ میں میجر صاحب نے جا کر بیان دیا تھا کہ یہ جھوٹا مقدمہ ہے اس کو خارج کیا

جائے اور اللہ کے فضل سے ہم اس میں بری ہوئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔جی، بگو صاحب!Lets not be personal آپ اپنی تقریر کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے فوج کا[**] بولا، انہوں نے کہا کہ investigation ہوئی۔ جسٹس افتخار چودھری نے suo moto ایکشن لے کر ان کو عدالت میں طلب کر لیا اور ان کا وہاں پر جو حشر ہوا وہ بھی ریکارڈ پر ہے۔ جب چیف جسٹس افتخار چودھری کے خلاف اس حکومت نے ایکشن لیا تو انہوں نے پورے سیالکوٹ میں مٹھائی بانٹی، جسٹس افتخار چودھری نے ان کا کچھ نہیں کرنا تھا، اگر اس میں فوج involve نہ ہوتی، اگر اس میں چیف جسٹس suo moto ایکشن نہ لیتے تو ان بچوں کی آج بھی شنوائی نہ ہوتی۔ آج بھی ان کے خلاف ایف آئی آر موجود ہے اور آج بھی ایک بچہ mentally retarded ہو چکا ہے۔ اس کا دماغ اب بھی درست نہیں ہے۔ جو دو ٹانگیں فریکچر ہوئی تھیں وہ بچہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ یہ ان کا کردار ہے، خود یہ جو آج کردار کی اور[**] کی یہاں پر بات کر رہے ہیں یہ ان کا کردار ہے۔ میں نے تو یہ کہا تھا اور میرا پوائنٹ یہ تھا کہ موٹروے بنانے میں کسی سیاسی آدمی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان بے چاروں کا کیا تعلق ہے۔ میرا یہ مؤقف تھا کہ چیمبر آف کامرس، یہ بھی industrialist ہیں یہ بھی چیمبر کے ممبر ہیں۔ ان کو بھی indirectly کریڈٹ جاتا ہے کہ چیمبر آف کامرس کا یہ کریڈٹ ہے کہ انہوں نے حکومت کو مجبور کیا۔ اگر حکومت نے یہ موٹروے دیا ہے تو میں نے اس کا بھی شکریہ ادا کیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے، میں اس اسمبلی کی بات کر رہا ہوں کہ یہ اجمل چیمہ صاحب وہ وزیر ہیں۔۔۔

MR. DEPUTY SPEAKER: I will request not to be personal.

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ محترم ارشد بگو صاحب ضمنی بجٹ پر گفتگو فرما رہے تھے۔ میری ان سے گزارش ہو گی کہ ٹھیک ہے نقائص بھی ہوتے ہیں، غلطیاں بھی ہوتی ہیں، کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں لیکن اس حد تک personal نہیں ہونا چاہئے۔ میری آپ سے درخواست ہو گی کہ آپ بجٹ پر اظہار خیال فرمائیں اور یہ personal remarks دینے سے پرہیز کریں۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! راجہ صاحب کو چاہئے تھا کہ پہلے یہ بات کر دیتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے اس وقت بھی آپ سے عرض کی تھی کہ personal باتیں مت کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہاں پر تو بعض وزیر ایسے ہیں کہ اللہ کے فضل سے رانا صاحب جب شروع ہوئے۔ میرے پاس بھی ثبوت ہیں کہ جو [**] یہاں پر ایسے بھی وزیر ہیں۔

(اذان ظہر)

جناب ڈپٹی سپیکر: اس وقت نماز کا وقفہ کیا جاتا ہے اور کارروائی 30 منٹ کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے ایوان کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(اس مرحلہ پر وقفہ نماز ظہر کے بعد 1.53 پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب! جاری رکھیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اگر صوبے میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن کے لئے آپ کو excess expenditures کرنا پڑیں تو پھر اس کا جواز فراہم کرنا ہوتا ہے لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ نہ صرف اس دور میں بلکہ پچھلے ادوار میں بھی یہی صورتحال رہی ہے کہ ضمنی بجٹ کو اسی طرح سالانہ بجٹ کے ساتھ ہی منسلک کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ہونا چاہئے تھا کہ یہ اسمبلی پانچ سال چلتی رہی ہے اگر ایسے اخراجات آ ہی گئے ہیں تو اسمبلی اجلاس چل رہا ہے۔ یہاں سے اس کی اجازت لے لی جائے تو اس پر اعتراض بھی ختم ہو جائے اور اسمبلی میں اسے discuss بھی کر لیا جائے لیکن یہ ساری صورتحال نہیں ہوتی۔ ہم مکھی پر مکھی مارتے ہیں اور جیسے سابق روٹین میں صورتحال چل رہی ہے اسی طرح اب بھی ضمنی بجٹ کو چلنے دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ جو ضمنی بجٹ میں 70۔ارب کی رقم مانگ رہے ہیں اس کی justification بھی اتنی مضبوط اور relevant نہیں ہے لہذا میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کو اس بجٹ کو منظور نہیں کرنا چاہئے تاکہ یہ آئندہ اپنے طریق کار کو تبدیل کریں۔

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب والا! یہ اسمبلی تو اپنا ٹائم پورا کر گئی ہے لیکن ہم یہاں پر ایسی روایات fix کر جائیں کہ آئندہ جو بھی اسمبلی آئے چاہے ہم اس میں شامل ہوں یا نہ ہوں اگر اچھی روایات کو پروان چڑھایا جائے گا تو اس کا کریڈٹ بھی ہمیں ہی ملے گا۔ میں آخر میں اپنے محترم بھائی جناب حسنین دریشک کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے پانچ سال بڑے صبر و تحمل کے ساتھ ہماری تقاریر سنیں اور جس طرح انھوں نے محنت کر کے یہ ساری صورتحال clear کی میں اس حوالے سے ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: خصوصاً انھوں نے ایک نوجوان ہوتے ہوئے اپنے جذبات پر قابو پایا جو قابل تحسین ہے۔ اگلی مقرر محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ ہیں تشریف نہیں رکھتیں۔ اگلی مقرر محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

محترمہ طاہرہ منیر: نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا ہے۔ جب میں نے اس ضمنی بجٹ میں دیکھا کہ پولیس نے 17۔ارب روپے مانگے ہوئے ہیں تو اس وقت میرے کانوں میں سبزہ زار کی اس خاتون کی دلدوز چیخیں سنائی دے رہی تھیں جس کی چھ سالہ بچی کو زیادتی کے بعد قتل کر دیا گیا تھا اور کبھی میرے کانوں میں ان یتیموں کی آہیں اور سسکیاں گونج رہی تھیں کہ ڈاکو ڈاکا ڈالنے کے بعد جن کے باپ کو قتل کر کے چلے گئے تھے۔ پولیس نے ایسا کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ پہلے بھی ان کے لئے 71۔ارب روپے کا بجٹ تھا اور پھر اتنا زیادہ مانگ رہے ہیں۔ وارداتوں کی خبروں سے اخبارات بھرے ہوتے ہیں اور یہ وہ واقعات ہیں جو اخبارات تک پہنچ جاتے ہیں اور جو واقعات اخبارات تک نہیں پہنچتے ان کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔

جناب والا! پیدل چلنے والا، سائیکل والا، سکوٹر والا، کار والا حتیٰ کہ گھر میں بیٹھنے والا بھی محفوظ نہیں ہے۔ پہلے چوری ہوتی تھی جس میں مال لوٹا جاتا تھا لیکن اب تو حد ہو گئی ہے کہ گھروں میں عزتیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اب تو بھائیوں اور باپ کی موجودگی میں بیویوں اور بیٹیوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں یا اسلحہ کے زور پر ان سے زیادتی کرتے ہیں۔ اب تو عوام کو چوروں اور ڈاکوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ہماری صوبائی وزیر ظل ہما دن دہاڑے قتل ہو جاتی ہیں۔ نومبر کے آخری ہفتے میں تین پر اسرار قتل ہوئے ہیں لیکن آج تک ان کا کوئی پتا ہی نہیں چل رہا۔

جناب والا! امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال سے نہ صرف شہریوں میں خوف وہراس کی فضا قائم ہے بلکہ مجرموں پر قابو پانے کے لئے حکومت کی writ بھی کمزور ہو گئی ہے۔ حکومت کی جانب سے پولیس کے لئے آئے روز نئی سہولتوں اور مراعات کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پولیس کے لئے جدید اسلحہ اور گاڑیوں کے لئے وزیراعلیٰ پنجاب خصوصی فنڈز مختص کر دیتے ہیں۔ پولیس کی نفری تقریباً دُگنا کر دی گئی ہے اور تنخواہیں چار گنا کر دی گئی ہیں لیکن یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی پولیس کو شہریوں کی حفاظت اور قانون کی عملداری کا ضامن ادارہ نہیں بنایا جا سکا۔ گزشتہ سال International Psychiatric Conference میں خطاب کے دوران گورنر خالد مقبول صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ سٹریٹ کرائم بڑھ گئے ہیں حتیٰ کہ صدر مشرف نے بھی توجہ دلائی کہ پنجاب میں سٹریٹ کرائم میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔

جناب والا! پچھلے چند سالوں میں پولیس کا بجٹ 9۔ ارب روپے سے بڑھا کر 29۔ ارب روپے کر دیا گیا ہے اور اب ضمنی بجٹ میں بھی اتنا زیادہ خرچ مانگا جا رہا ہے۔ چیف جسٹس کا بیان on record موجود ہے کہ ملک میں تمام خرابیاں ایس ایچ اوز کلچر کی پیداوار ہیں اور سپریم کورٹ کا یہ بھی کہنا ہے کہ 90 فیصد احکامات پولیس والے سنتے ہی نہیں اور مانتے ہی نہیں ہیں۔ عدالت جو فیصلے کرتی ہے ان پر بھی عمل نہیں کرتی۔ اسی طرح اغواء برائے تاوان کی وارداتیں تو ہو رہی تھیں۔ جو ڈاکو تھے چور تھے یا جو دوسرے لوگ تھے وہ تو اغواء کر ہی رہے ہیں اور کرتے ہی چلے جا رہے ہیں لیکن ایک نئی بات یہ ہوئی ہے کہ پولیس بھی اس کام میں شامل ہو گئی ہے۔ پچھلے دنوں آپ نے خبریں پڑھی ہوں کہ اغواء برائے تاوان کی وارداتوں میں پولیس بھی شامل ہو گئی ہے۔ پہلے ایک بھائی پکڑا اس کے لئے تاوان رکھا پھر دوسرا بھی پکڑ لیا۔ اس طرح کی وارداتیں پولیس کی اس سے بڑی نااہلی اور کیا ہو گی۔ دوسرے جرائم قتل و غارت اغواء لوٹ مار کی وارداتوں پر قابو پانے کی بجائے خود انہوں نے یہ کام شروع کر دیا ہے۔ کیا یہ پولیس وی آئی پی کی حفاظت اور سیاسی مخالفین کی پکڑ دھکڑ پر مامور ہے، کیا آئی جی صاحب نے اب تک پولیس کی طرف سے کی گئی اغواء برائے تاوان کی وارداتوں کا نوٹس لیا ہے؟ اگر انہوں نے نوٹس لیا ہے تو انہوں نے اس سلسلے میں کتنے کرپٹ آفیسرز فارغ کئے ہیں۔ حالانکہ آئی جی پولیس نے کھلی کچہری میں کہا تھا کہ کرپٹ اور غیر ذمہ دار افسران کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے اب تک اس سلسلے میں کیا اقدامات کئے ہیں؟

جناب والا! یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ پولیس لوگوں کو ناجائز طور پر تنگ کرتی ہے۔ رشوت اور بھتا لینا ان کا وتیرہ ہے۔ Rescue 1122 کی سروس کا اتنا فائدہ ہوا ہے کہ پولیس وہاں پر پہنچ جاتی ہے لیکن وہ لوٹا ہوا مال واپس دلا سکتی ہے اور نہ ہی مرنے والے کو واپس لُٹا سکتی ہے۔ تھوڑی سی تسلی کے لئے اتنا زیادہ پیسا خرچ کیا جا رہا ہے۔

جناب والا! اب میں تعلیم کے حوالے سے بھی کچھ بات کروں گی کہ تعلیم میں جو نصاب تعلیم ہے وہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے بلکہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے تو اس کے حقیقی مقصد کو تبدیل کیا جا رہا ہے۔ اگر ہم اپنے بچوں کو اپنی نئی نسل کو اسلام کی تعلیمات سے دور کر دیں گے تو آئندہ نسل اپنے دین سے بیگانہ ہو جائے گی۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ تعلیمی نصاب upgrade کیا جا رہا ہے لیکن ہمارے حکمران مغرب سے اس قدر خوف زدہ ہیں کہ ان کا بس نہیں چل رہا کہ نصاب سے کیا کچھ خارج کیا جائے کہ ان کے آقا خوش ہو جائیں۔ جہاد کی آیات اسلامیات کے نصاب سے نکالی جا چکی ہیں۔ عربی کی تدریس جو چھٹی سے جاری تھی اور چھٹی سے لازمی تھی اب اس کو اختیاری کر دیا گیا ہے۔ اسلامیات کا مضمون پہلی جماعت کی بجائے چوتھی جماعت سے پڑھانا شروع کیا ہے۔ میٹرک کی سطح سے ٹیکنیکل تعلیم کو بالکل نکال دیا گیا ہے۔ حکومت صنعتی اور حرفی تعلیم کا بڑا دعویٰ کرتی ہے لیکن ٹیکنیکل تعلیم کو میٹرک کے نصاب سے نکال دیا گیا ہے۔ اس وقت 90 فیصد مہنگے نجی تعلیمی ادارے درآمد شدہ نصاب پڑھا رہے ہیں اور یہ نصاب ہماری قومی امنگوں کا ترجمان نہیں ہے۔ اس کی مثال او لیول میں اردو کی کتاب "پاکستان کی کہانیاں" ہے۔ اگر تعلیمی پالیسیوں کا جائزہ لیا جائے تو اس کی صورتحال نہایت افسوسناک ہے۔ آئے روز نسل نو کا قیمتی وقت محض ٹیسٹ کی بنیادوں پر ترتیب شدہ پالیسیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ پہلے تو میٹرک سے ایف ایس سی تک سٹوڈنٹ اس کا تختہ مشق بنتے تھے اب پرائمری کے طالب علم ان تبدیلیوں سے محفوظ نہیں ہیں۔

جناب والا! پنجاب حکومت نے تشہیری مہم پر کروڑوں روپے بلکہ دو کروڑ روپے خرچ کئے۔ اگر یہی رقم تعلیمی اداروں کی missing facilities پر خرچ کی جاتیں تو صورتحال اتنی خراب نہ ہوتی جتنی آج ہے۔ 19۔ فروری 2007 کے اخبارات میں آپ نے یہ خبر پڑھی ہوگی کہ چھٹی جماعت کے نصاب میں طلباء کو برصغیر کے مذاہب کے بارے میں باشعور بنانے کے لئے کوشش کی جائے گی اور اس کے لئے چندر اگپت موریا کے کارناموں اور ہندومت کے احیاء کے

بارے میں بتایا جائے گا۔ کیا ہم اپنے مسلمان بزرگوں کی بجائے چندر اگپت موریا اور اشوکا کی کہانیاں پڑھایا کریں گے۔

اسی طرح چینی مافیا نے گزشتہ برس ملک کے سب سے بڑے مالیاتی سکینڈل کو جنم دیا مگر کابینہ میں بیٹھے ہوئے چینی چوروں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی بلکہ نیب کو بھی کارروائی کرنے سے روک دیا گیا۔ اب 2۔ ارب روپے کا ضمنی بجٹ اس سلسلے میں مانگا جا رہا ہے۔

پانی کے سلسلے میں میری یہ تجویز ہے کہ چھوٹے ڈیم ضرور بنائے جائیں جب تک توانائی کے سستے ذرائع زیادہ نہیں ہوں گے ملک کی زرعی پیداوار میں اضافہ نہیں ہو سکے گا۔ اسی طرح pesticides کے کارخانے لگائے جائیں اور بجلی کے ساتھ ساتھ ڈیزل پر بھی subsidy دی جائے کیونکہ اکثر ٹریکٹر ڈیزل سے چلتے ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ زیب النساء قریشی!

محترمہ زیب النساء قریشی: نحمدہ ونصلی علیٰ رسول الکریم o بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کی بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ضمنی بجٹ تقریباً 70۔ ارب روپے سے زیادہ کا بجٹ ہمیں دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ اصل بات یہ ہے اور کامیابی وہ ہوتی ہے کہ جو آدمی بجٹ میں رہ کر اخراجات کرے۔ اگر آپ خسارے کا بجٹ پیش کرتے ہیں تو وہ بھی ایک نقصان میں جاتا ہے اور ناکامی کا ثبوت ہے۔ یہ نہیں کہ آپ بجٹ پیش کرنے کے بعد 70۔ ارب روپے extra خرچ کر دیں اور وہ بھی عوام کے نمائندوں سے پوچھتے ہیں اور نہ ہی عوام سے پوچھتے ہیں بہت افسوس کی بات ہے۔

جناب سپیکر! ہماری قوم کوئی امیر قوم نہیں ہے ہم غریب اور مقروض قوم ہیں۔ ہمیں یہ چاہئے کہ جتنی گدڑی ہے اتنے ہی پاؤں پھیلائیں اور بجائے اس کے کہ ہم اللے تللے کریں اور زیادہ اخراجات کریں زیادہ پر طعیش زندگی گزاریں اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم سادہ زندگی گزاریں۔ جب تک ہم سادہ زندگی نہیں گزاریں گے اور وی آئی پی کلچر کو ختم نہیں کریں گے اس وقت تک ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جس رسول اللہ ﷺ کے لئے دونوں جہان بنائے گئے تو آپ کی زندگی انتہائی سادہ تھی اور آپ چٹائی پر بیٹھتے تھے اور ان کے جسم پر نشان پڑے ہوئے ہوتے تھے سادہ کھانا تھا۔ پھر ہم آگے چلتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے ہیں۔ جب ان سے

قسطنطنیہ کے لوگ ملنے کے لئے آئے تو انہوں نے اپنا اینٹ کا تکیہ لگا رکھا تھا اور جب ہم اس سے آگے چلتے ہیں تو قائد اعظم جنہوں نے ہمارا ملک بنایا تھا وہ ملک کے گورنر جنرل تھے لیکن آفس میں جب بیٹھے تھے تو ٹم ٹم کرتا ہوا پنکھا ان کو سامنے سے ہوا دے رہا تھا۔ انہوں نے اس طرح سے قربانیاں دی ہیں اگر ہم ملک کو ترقی کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں تو ہمیں قربانی دینا پڑے گی۔ ہم جہاں بھی ہیں، ہمیں اپنے آپ کو قربان کرنا پڑے گا، اپنی خواہشوں کو قربان کرنا پڑے گا اور سادگی کو اپنانا پڑے گا۔

جناب سپیکر! پولیس ڈیپارٹمنٹ پر بھی 7۔ارب روپے سے زیادہ extra خرچ کیا گیا ہے لیکن ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جب ہم اتنے زیادہ اخراجات کر رہے ہیں تو ہمیں کسی طریقے سے کوئی سکیورٹی فراہم نہیں کی جا رہی۔ ایک بات ہوتی ہے تن بیتی اور ایک بات ہوتی ہے جگ بیتی۔ یہاں میں آپ کو تن بیتی باتیں بتا رہی ہوں۔ یہ میرے محلے میں اور بالکل میرے گھر کے ساتھ ایک گھر میں گن پوائنٹ پر ڈاکو آئے اور وہاں سے ان کا تمام سامان لے کر چلے گئے وہ لوگ اتنے خوف زدہ ہوئے کہ وہ گھر ہی بیچ کر چلے گئے اور ابھی تک پولیس اس کا کوئی سراغ نہیں لگا سکی۔

دوسری بات میں اپنے شہر ملتان کی کروں گی کہ قصبہ بینی میں یہ ایک دیہات کا سا علاقہ ہے وہاں یہ واقعہ ہوا کہ وہاں سے ڈاکوؤں نے نہ صرف لڑکیوں کے جہیز کا سارا سامان لوٹا بلکہ ان کے گھر کا سارا سامان بھی لوٹ کر لے گئے اور اسی کے ساتھ ان لڑکیوں کے ساتھ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! ان لڑکیوں کے ساتھ ڈاکوؤں نے زیادتی کی اور وہ لڑکیاں ہسپتال میں رہ کر آئیں اور پھر وہ مجھے بار بار ٹیلی فون کرتے تھے کہ بتائیں اب کیا کیا جائے لیکن پولیس آج تک ان مجرموں کو بھی گرفتار نہیں کر سکی۔ دوسرا ملتان میں ایک اے ایس آئی کے گھر میں ڈاکا پڑا اور اب تک اس کی برآمدگی نہ ہو سکی۔

تیسری بات میں یہ کہوں گی کہ میرے اپنے بھائی کے گھر میں 14۔ تاریخ کو ابھی ڈیفنس لاہور میں جبکہ ڈیفنس ایک secure علاقہ محسوس کیا جاتا ہے وہاں پر چوری ہوئی ہے اور دس لاکھ روپے کا نقصان ہوا ہے لیکن کوئی پیشرفت نہیں ہوئی اور ہماری ابھی تک کوئی شنوائی نہیں ہوئی ہے تو پولیس کا کام یہ ہے کہ عوام کو سکیورٹی فراہم کرے۔ چلیں ٹھیک ہے اب ان کے اخراجات بھی بڑھا دیئے سب کچھ کر دیا لیکن میں یہ کہوں گی کہ ایک تو بھرتیاں سیاسی بنیادوں پر نہیں ہونی

چاہئیں کیونکہ وہ لوگ کام نہیں کرتے اور دوسرا یہ ہے کہ ان کی کردار سازی ہونی چاہئے تاکہ یہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے عوام کو امن اور سکون فراہم کر سکیں۔ میں تنقید برائے تنقید نہیں کر رہی ہوں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔آپ یہ دیکھیں کہ جب میں اپنے گھر میں جاتے ہوئے خوف زدہ ہوتی ہوں تو دوسرے لوگوں کے ساتھ جب اتنی زیادتیاں ہوتی ہیں تو وہ کیا محسوس کرتے ہوں گے۔ ہم رات کو باہر سڑک پر زیادہ دیر تک نہیں نکل سکتے اس لئے کہ ہمیں ڈر ہوتا ہے کہ پیچھے سے کوئی آ جائے اور کوئی واردات نہ ہو جائے۔اس پر آپ کو خصوصی توجہ دینا پڑے گی اچھی حکومتیں وہی ہوتی ہیں جو شہریوں کو تعلیم فراہم کریں، صحت فراہم کریں اور امن وامان فراہم کریں تاکہ وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں۔

جناب والا! تعلیم کے سلسلے میں بھی یہ عرض کروں گی کہ تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ سے بات کرنا چاہی تو سب سے پہلے کیا بات تھی "اقراء باسم ربک الذی خلق" کہ "اقراء" پڑھو تو ہمارے رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ تعلیم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ ہر مسلمان مرد اور عورت پر تعلیم حاصل کرنا فرض ہے لیکن ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ تعلیم ابھی تک وہ مقاصد فراہم نہیں کر رہی ہے۔جہاں تک میں نے دیکھا ہے کہ لڑکیاں میٹرک کی طالبات ہوتی ہیں لیکن ان میں اساتذہ اتنا confidence پیدا نہیں کرتے کہ وہ کھڑے ہو کر بات بھی کر سکیں اور کسی بات کا جواب بھی دے سکیں۔دوسرا یہ ہے کہ ہم اربوں روپیہ تعلیم پر خرچ کر رہے ہیں جبکہ آپ پرائیویٹ سکولوں کے بچوں کو دیکھیں ان کی ذہنی جلا ہوتی ہے اور وہ طریقے سے آگے نکلتے ہیں۔ ہمارے بچے ان کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتے۔ پھر بتائیے ہم اس میں ناکام ہیں اور ہم آگے چل ہی نہیں سکتے ہیں۔اس کا ہمیں فائدہ کیا کہ ہم اتنے ارب روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر!اس کے بعد سڑکوں کی بات ہے۔ جب ہم سڑکیں دیکھتے ہیں تو اس کے ہم نے لوکل گورنمنٹ کو کروڑوں روپے تو دے دیئے لیکن ہمیں وہ نتائج نہیں ملتے ہیں۔ ہماری سڑکیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ آج وہ سڑکیں بنا کر جاتے ہیں پھر اگلے ہی دن وہ سڑکیں ٹوٹنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ابھی آپ نے پڑھا بھی ہو گا کہ ملتان میں ایک سڑک بنی ہی تھی کہ اس میں کھڈے بننے شروع ہو گئے تھے۔ وہ کروڑوں روپے کا ٹھیکہ تھا وہ ہمیں دیا ہی نہیں اور اس کے بیچ میں درخت تھے وہ بھی نہیں کاٹے تو میں یہ کہوں گی کہ جب ہم ان کو اتنا پیسا دے رہے ہیں تو ہمیں ویسا نتیجہ بھی

ملنا چاہئے۔اس کرپشن اور بے ایمانی کو ختم کر کے ایمانداری کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔آپ اس بات پر ضرور توجہ دیں کہ پیسا ہماری قوم کی امانت ہے اور اگر آج ہم اس کو بنا کر جاتے ہیں تو کل یہ دیر تک قائم رہے گا۔

جناب سپیکر! زندگی تو چار دن کی ہے اگر اس کو عیش کے ساتھ گزاریں گے تو کیا ہے اگر قوم کے لئے قربانی دیں گے تو ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ میں یہاں آپ کے سامنے ایک حدیث پیش کروں گی کہ ایک دفعہ رسول پاک ﷺ اپنے صحابی کے ساتھ جا رہے تھے انہوں نے کہا، کیا میں آپ کو زندگی کی حقیقت نہ بتاؤں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! ضرور بتائیے۔ تو وہاں ایک بوسیدہ قسم کا کپڑا پڑا ہوا تھا آپ نے فرمایا، یہ وہ لباس فاخرہ ہے جس کے لئے تم تگ و دو کرتے ہو۔ پھر وہیں تھوڑی دور چلے تو ساتھ ہی toilet پڑا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ کھانا ہے جس کے لئے انسان سب کچھ کرتا ہے۔ تھوڑی دور اور آگے چلے تو کسی انسان کے سر کی ایک ہڈی پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ سر ہے جو فخر سے تنا ہوا رہتا تھا اور کسی کی بات سنتا نہیں تھا یعنی انسان کا انجام صرف یہ ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ انسان نے اس دنیا میں اگر ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس بھی پیا ہے تو اللہ کے سامنے اس کا بھی وہ جواب دہ ہو گا تو ہم ان باتوں کو صرف اپنے لئے سوچیں۔ ہم نے یہ ملک بڑی قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے اور ہمیں اپنی قوم کو ایک ترقی یافتہ قوم بنانا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اپنی جگہ پر اس بات کو محسوس کریں اور اپنی اپنی جگہ پر قربانی دینے کی کوشش کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم ایک دن ضرور ترقی کر جائیں گے۔ بہت شکریہ

وزیر انسانی حقوق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مخدوم صاحب!

وزیر انسانی حقوق: جناب سپیکر! میری بہن نے ابھی point out کیا ہے کہ پولیس اور دیگر محکموں کے لئے اتنا پیسا مختص کیا جا رہا ہے لیکن شنوائی نہیں ہوتی، rap cases ہیں، murder cases ہیں، عورتوں سے زیادتی ہے، غریبوں سے زیادتی ہے تو میں آپ کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال پرویز الٰہی صاحب نے محکمہ انسانی حقوق establish کیا ہے اور یکم دسمبر سے مجھے وزیر انسانی حقوق مقرر کیا ہے۔ murder cases, rap cases and women empowerment ہے کہ اگر عورتوں سے کوئی ان کا حق چھین رہا ہے یا تعلیم کے مواقع نہیں مل

رہے جو کہ بنیادی انسانی حق ہے، fundamental right ہے۔اسی طرح ہیلتھ کے حوالے سے جو facilities ہیں جو انسان کا بنیادی حق ہے اور environment کے حوالے سے انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ اس کو صاف ہوا، صاف پانی، صاف ماحول مہیا کیا جائے۔اس سلسلے میں یہ وزارت قائم کی گئی ہے اور میں چودھری پرویز الٰہی صاحب کو خراج تحسین پیش کروں گا کہ public defender کے نام سے ایک نئی سروس establish کی جارہی ہے۔وہ مظلوم خواتین ہوں یا مرد ہوں جو afford نہیں کر سکتے اور ان کو بنیادی حقوق نہیں مل رہے تو یہ public defender اس محکمے یا اس individual کے خلاف کیس لڑے گا جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو آپ اس سلسلے میں directly ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ہر انسان برابر ہے اور ہمارا یہ فرض ہے۔انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے حوالے سے کوئی mechanism نہیں تھا اب ہم یہ mechanism بنا رہے ہیں تاکہ ہم جلد سے جلد آپ کے تعلیم، صحت اور امن وامان کا بنیادی حق آپ کو دے سکیں۔ جیسے صبح بھی یہاں بات ہو رہی تھی کہ تھانوں میں لوگوں کو مارا پیٹا جاتا ہے تو ہم اس کو بھی look after کر رہے ہیں اور ہم ابھی بھی انکوائریاں کر رہے ہیں۔ہمارے ہر ضلع میں بہت جلد ایک ایک دفتر قائم ہو جائے گا اور اس طرح کی جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے ہم آپ کو اس کا سد باب کر کے دکھائیں گے۔

وزیر محنت وانسانی وسائل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، قاسم نون صاحب!

وزیر محنت وانسانی وسائل: جناب سپیکر! وقفہ سے پہلے یہاں پر ایک بات چلی تھی تو میرا خیال ہے ہمارے قلم کے دوست بھی بیٹھے ہیں اور انہوں نے اس کا نوٹس بھی لیا ہے کہ میرے خیال میں ارشد بگو صاحب نے پورے ہاؤس کی sanctity کو پامال کرتے ہوئے accuse کیا ہے کہ یہاں پر 2/2 کروڑ روپے دے کے بھی لوگ وزیر بنے ہیں تو میرا خیال ہے کہ ایوان کے تقدس کے حوالے سے یہ مناسب نہیں ہے۔It should be clarified یہ تو عجیب صاحب ہیں۔یہ صبح اخباروں میں ہمارے بارے میں کیا چھاپ دیں گے۔آپ سے میری صرف یہی استدعا ہے۔۔۔

وزیر مال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، روکھڑی صاحب!

وزیر مال: جناب سپیکر! بگو صاحب point out کریں کہ کس نے وزیر بننے کے لئے [***] کیونکہ یہ 40 منسٹرز پر ایک الزام ہے۔ اس کو حذف کریں یا وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے تمام personal remarks expunge کر دیئے تھے۔ جی، احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سارے منسٹر تو [***] کر نہیں بنے۔ کوئی ایک آدھ بن گیا ہو تو اور بات ہے۔ اس نے پیسے چیف منسٹر کو نہیں دیئے اس نے کسی اور کو دیئے ہیں۔ اور اگر آپ اس بات کو probe کرنا چاہتے ہیں تو کمیٹی بنا کر کریں۔ [**] ہم اس کو نہیں اچھالنا چاہتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ personal remarks ہیں۔ I am expunging from record.

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں نے کسی کا بھی نام نہیں لیا۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! رانا قاسم نون صاحب میرے بھائی ہیں اور بڑے محترم بھائی ہیں یہ تو بے چارے میرے ساتھی ہیں۔ ان کے پاس دو کروڑ ہے اور نہ میرے پاس ہے۔ روکھڑی صاحب کی بھی یہی صورتحال ہے یہ پولیٹیکل بندے ہیں۔ میرا خیال ہے چودھری ظہیر الدین کے پاس 20 لاکھ روپے بھی نہیں ہوگا۔ ہم تو اسی طرح کے ہی لوگ بیٹھے ہیں۔ آپ سے میری درخواست ہے کہ [*****] وزیراعلیٰ پنجاب کو نہیں دیئے۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے ریکارڈ سے expunge کر دیا ہے۔ ایک بات ہوئی آپ اس کو دوبارہ کیوں کر رہے ہیں؟

I have expunged from record. We will not get into this discussion at all.

وزیر ہاؤسنگ: جناب سپیکر! یہ سپلیمنٹری بجٹ پر بحث ہو رہی ہے۔ جیسے راجہ صاحب نے پہلے بھی یہاں on the floor of the House یہ بات کی ہے کہ اس کو personal issue نہ بنایا

جائے۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے عرض کی ہے کہ میں نے expunge کر دیا ہے۔
No personal issues will be raised here. Is there any question which can be raised any where, but not here? Mr. Ihsan-Ullah-Waqas.

وزیر ہاؤسنگ: جناب سپیکر! شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کے حوالے سے باقی باتیں ہو چکی ہیں۔ میں repetition نہیں کرنا چاہتا۔ میں صرف 2/3 محکموں کے حوالے سے گزارشات پیش کروں گا۔ میں پہلی بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ضمنی بجٹ میں ایک bad financial management ہے۔ recurring expenses کی اتنی بڑی مدات ہیں۔ non-recurring expenses کے متعلق تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی ہنگامی ضرورت پڑی، بجٹ میں وہ چیز شامل نہیں تھی اس کی وجہ سے انہیں شامل کرنا پڑا لیکن اس ضمنی بجٹ میں recurring expenses سب سے زیادہ موجود ہیں اور یہ bad financial management کی ایک شاہکار ہے۔ اس میں گاڑیوں کی خرید شامل ہے، publicity شامل ہے اور افیون کی گولیاں بنانے پر خرچ ہے۔ افیون کی گولیاں تو ایکسائز ڈیپارٹمنٹ پہلے بھی بناتا ہے اور فروخت کرتا ہے۔ آخر ایسی کون سی ہنگامی ضرورت پڑ گئی تھی کہ جس کے لئے افیون کی گولیاں بنانے کے لئے ضمنی بجٹ میں پیسے رکھے جاتے ہیں اور اس کے لئے جتنی بھی گولیاں بنانی تھیں پہلے ہی بنالیں جن کو دینی ہیں وہ دے دیں۔ اسی طرح جنگلات کے لئے تین کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اور یہ تین کروڑ روپے بھی آپریٹنگ اخراجات ہیں، الاؤنسز ہیں، سوئی گیس کے بل ہیں فرنیچر کی خرید اور publicity کے اخراجات ہیں۔

جناب سپیکر! میں نہیں سمجھتا کہ یہ اخراجات ایسے ہیں اور متعلقہ محکموں میں اس طرح کی فنانشل مینجمنٹ ہونی چاہئے کیونکہ جو ضروریات ہوں وہ پہلے سے بجٹ میں شامل کروائیں اور اس کے بعد اپنی ضروریات کو پورا کریں۔

جناب سپیکر! اسی طرح اریگیشن کے لئے 12 کروڑ روپے ہیں۔ اس میں بھی زیادہ اخراجات گاڑیوں کی خرید اور publicity کے ہیں۔ ہر محکمے کے اندر اگر دو کروڑ روپیہ ضمنی بجٹ

رکھا گیا ہے تو کم از کم 50 لاکھ روپے اس میں publicity کے لئے ہیں۔ ہر محکمہ publicity کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور ہر محکمے کو اس کا ذوق و شوق جاری ہے۔ آپ اریگیشن میں دیکھیں گاڑیوں کی خرید کی گئی ہے۔ میڈیکل چارجز، وکیلوں کے اخراجات اور اس کے علاوہ ٹھیکیداروں کو outstanding payments ہیں۔ میں دوبارہ یہی عرض کروں گا کہ یہ بھی bad financial management ہے۔ان کو ساری outstanding amounts پہلے ہی بجٹ میں لینی چاہئیں تھیں بجائے اس کے کہ بعد میں ضمنی بجٹ میں رکھیں۔

جناب سپیکر! جیلوں کے لئے 22 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ اس میں بہت بڑی رقم دفاتر کے کرایہ اور financial assistance کی مد میں خرچ کی گئی ہے۔ گاڑیوں کی خریداری میں خرچ کی گئی ہے۔ جس محکمے کا ضمنی بجٹ دیکھتے ہیں گاڑیوں کی خرید، فلاں کو assistance فلاں کو assistance صرف نام آگے لکھ دیتے ہیں اور اس کو تین لاکھ روپیہ، پانچ لاکھ روپیہ، دس لاکھ روپیہ اس طرح assistance شامل کی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح انڈسٹریز کے لئے ایک ارب 68 کروڑ روپے کے ضمنی بجٹ کے اخراجات ہیں۔ اس میں سے بھی بیشتر recurring expenses ہیں اور مہنگائی الاؤنس دیا گیا ہے ٹیوٹا کے اخراجات ہیں۔ محکمہ ٹیوٹا exist کرتا ہے آخر کیا ضرورت پڑی ہے کہ بعد میں وہ اپنے recurring expenses کے لئے ضمنی بجٹ میں پیسے مانگتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح Entertainment Allowance کے لئے ایک بڑی رقم رکھی گئی ہے اور ایک بہت بڑی رقم سستا راشن سکیم کے لئے ہے جو 55 کروڑ روپیہ اس سکیم پر خرچ کیا گیا تھا۔ یہ سستا راشن سکیم بھی ایک بندر بانٹ کا ذریعہ بنی رہی۔ انھوں نے سرکاری افسروں کو دالیں خریدنے، چاول خریدنے اور آٹا خریدنے پر لگا دیا۔ وہ -/10 روپے کی چیز خریدتے تھے اور کاغذات میں -/12 روپے لکھتے تھے اور مختلف ناظمین کے ذریعے اس کو تقسیم کیا گیا اور تقسیم میں بھی بڑے پیمانے پر گھپلے ہوتے رہے اسی وجہ سے بعد میں اس سکیم کو بند بھی کر دیا گیا۔ آپ ایک اچھے انداز میں کسی چیز کی قیمت کو کم کرنا چاہتے ہیں اور اس پر financial assistance دینا چاہتے ہیں تو اس کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ آپ ڈی سی اوز کو اور ان سارے اداروں کو لگا دیں کہ وہ دالیں، چاول اور آٹا خریدیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ضمنی بجٹ کے اندر بہت ساری ایسی مدات شامل کی گئی ہیں جو ساری کی ساری جاری اخراجات کا حصہ ہیں۔ یہ bad financial management

کی وجہ سے ان کو دوبارہ ضمنی بجٹ میں لایا گیا ہے۔ جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کو anticipate کرتے ہوئے پہلے ہی بجٹ میں شامل کرنا چاہئے تھا۔ یہ چند گزارشات تھیں جو میں نے ضمنی بجٹ کے حوالے سے پیش کی ہیں۔ پولیس کے حوالے سے ہماری کٹوتی کی تحریکیں موجود ہیں اس پر اس موقع پر تفصیل سے بات کریں گے۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ مسز روفن جولیس!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اجلاس کا وقت تین بجے تک ہے۔ اگر کوئی آپ حکم فرمادیں کہ وزیر خزانہ صاحب کتنے بجے بجٹ wind up speech کریں گے۔ اگر مقررین زیادہ ہیں تو بے شک آپ تقاریر کروالیں صبح پہلے منسٹر wind up کرلیں گے اور بعد میں ہم کٹوتی کی تحاریک take up کرلیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آخری مقرر ہیں۔ مسز روفن جولیس!

وزیر اقلیتی امور: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں ضمنی بجٹ کے موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں۔ میں ضمنی بجٹ پیش کرنے پر وزیر خزانہ اور چودھری پرویزالٰہی کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

جناب سپیکر! یہ ہماری حکومت کا آخری بجٹ ہے۔ میں نے اس سلسلے میں مناسب سمجھا کہ میں اپنی طرف سے اور پنجاب کی تمام اقلیتوں کی طرف سے چودھری پرویزالٰہی کا خاص طور پر شکریہ ادا کروں کہ انھوں نے ان پانچ سالوں میں اقلیتوں کے ساتھ بہت اچھا رویہ رکھا ہے اور اقلیتوں کو بہت زیادہ فنڈ دیا ہے۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ حکومت پنجاب نے پاکستان کی 60 سالہ تاریخ میں پہلی دفعہ انھوں نے اقلیتوں کی وزارت بنائی اور اس وزارت میں انھوں نے پہلے بجٹ میں 30 کروڑ روپیہ مختص کیا اور اس بجٹ کے اندر انھوں نے ایک ارب روپیہ اقلیتوں کے لئے رکھا ہے۔ میں چودھری پرویزالٰہی کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

جناب سپیکر! یہاں پر میں یہ بات ضرور کروں گی کہ آرمی بھی برسراقتدار رہی اور سیاستدان بھی برسراقتدار رہے ہیں لیکن پہلی دفعہ حکومت اپنے پانچ سال پورے کر سکی ہے اور یہ

کریڈٹ آرمی ہی کی گورنمنٹ کو جاتا ہے اور خاص طور پر میں جنرل پرویز مشرف کی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے یہاں پر پانچ سال پورے کروائے اور اپنے جمہوری رویے کی تائید حاصل کی۔ میں چودھری پرویزالٰہی کی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ایف سی کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا ہے۔ ہمارے ادارے پیپلز پارٹی نے نیشنلائز کئے تھے اور ان 33 سالوں میں ہماری قوم ڈومیسٹک سرونٹ بن گئی ہے۔ چودھری پرویزالٰہی نے ایف سی کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے کر پنجاب کے اندر اقلیتوں کی پہلی یونیورسٹی قائم کی ہے۔ ہم لوگ ابھی ایک تقریب سے آ رہے ہیں جہاں پر ہم نے اقلیتوں کے طالبعلموں کو دس لاکھ روپے کے چیک تقسیم کئے ہیں اور یہ چودھری پرویزالٰہی کی خاص مہربانی ہے کہ انھوں نے اپنے وژن 2020 میں پڑھے لکھے پنجاب میں اقلیتوں کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ جو داغ یا جو زخم ہمیں پیپلز پارٹی نے دیئے تھے مسلم لیگ کی حکومت نے اس کو دور کرنے میں بہت اچھا اور شاندار کردار ادا کیا ہے۔ دس لاکھ کی خطیر رقم بانٹنے کے بعد ہمارے بچے اتنے شکر گزار تھے کہ انھوں نے چودھری پرویزالٰہی کو خاص طور پر دعائیں دیں کہ خدا ان کی عظمت اور جلالت کو اور زیادہ بڑھائے۔

جناب سپیکر! چودھری پرویزالٰہی نے اقلیتوں کے مقدس مقامات کا خاص طور پر خیال رکھا اور میں یہ بات برملا اس floor پر کہتی ہوں کہ یورپ کے اندر بھی مذہبی عبادت گاہوں یا چرچز کو بنانے کے لئے ان کی گورنمنٹ کوئی فنڈ مختص نہیں کرتی لیکن یہ ایک اسلامی ملک ہو کر اور اسلامی وزیراعظم نے چرچز کی تعمیر و مرمت کے لئے 30 کروڑ روپے کی رقم مہیا کی جس سے ہم نے اپنے چرچز اور عبادت گاہوں کو تعمیر کیا اور ہم دن رات چودھری پرویزالٰہی کے لئے دعا گو ہیں کہ خداوند ان کا اسی طرح سے ستارہ بلند رکھے۔

جناب سپیکر! یہاں پر میں ایک اور بات آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ جب 1973 میں پیپلز پارٹی نے ہمارے ادارے نیشنلائز کئے تھے، ہمارے کالجز، ہمارے ہسپتال اور ہمارے سکولز کئے تو اس کے بعد Christians کا گراف گرا اور آج ہماری Christians کی جو majority ہے وہ domestic servants ہیں، لوگوں کے گھروں کے اندر کام کرتے ہیں اور domestic servants ہونے کی وجہ سے ہماری بیٹیوں کی عزت محفوظ ہے، ہماری بہنوں کی اور نہ ہی ماؤں کی عزت محفوظ ہے، ان پر چوری کے الزام لگتے ہیں۔ جب ہمارے بچے یا بچیاں اپنے ساتھ بداخلاقی پر آواز اٹھاتی ہیں تو ان کو چور سمجھا جاتا ہے اور مقدمات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ جو سارا گراف گرا ہے

اور ہماری قوم کی تباہی کا جو سبب بنا ہے یہ پیپلز پارٹی کی وہ پالیسی تھی اور میں نے اس floor پر پچھلے سال بھی یہ عرض کی تھی کہ محترمہ بے نظیر بھٹو مسیحی قوم سے اس بات کی معافی مانگے کہ اس نے ہمارے ادارے نیشنلائز کئے۔اس حوالے سے بے نظیر بھٹو نے تو دور کی بات بلکہ اس کی پارٹی کے کسی ایم پی اے نے بھی اس بات کا جواب نہیں دیا۔جب پاکستان بنا ہے تو تمام مشنری ادارے اس وقت خدمت بجالا رہے تھے اور جو کوالٹی آف ایجوکیشن مشنری ادارے دیتے تھے وہ کوئی اور ادارہ نہیں دے سکا ہے۔اقلیتی لوگوں کو بے بسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرنا،ان سے تعلیم کا حق چھین لینا یہ پیپلز پارٹی نے معرکہ سر انجام دیا ہے،یہ جو آج بڑی لبرل جماعت بنی پھر رہی ہے اس نے ہمارے حقوق اس طرح سے پامال کئے ہیں۔میں چودھری پرویز الٰہی اور جنرل پرویز مشرف کی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے joint election کروا کر ہمیں قومی دھارے کے اندر شامل کیا اور چودھری پرویز الٰہی نے ہمارے ادارے واپس کر کے،ہمارے بچوں کو وظائف دے کر،ہمارے بچوں کو آگے لا کر ہمارے حوصلے بلند کئے ہیں اس لئے ہم چودھری پرویز الٰہی اور مسلم لیگ پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!یہاں پر میں ایک اور بات آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ جس وقت پاکستان بنا تو اس وقت ہماری مسیحی قوم کی عورت leading woman تھی،وہ ایک نرس تھی،ایک ٹیچر تھی اور ایک ڈاکٹر تھی۔یہاں پر میرے بہت سے ایسے بھائی یا بہنیں بیٹھی ہوں گی جنہوں نے مشنری اداروں سے تعلیم حاصل کی لیکن آج ہماری عورت domestic servant ہے،لوگوں کے گھروں میں جھاڑو دیتی ہے،پوچیاں لگاتی ہے اور نہ صرف گھروں میں بلکہ دفتروں اور سڑکوں پر بھی لگاتی ہے۔یہاں میں ایک دردناک واقعہ بتاتی ہوں کہ میری اپنی بستی چاند ھاقلعہ میں میرے ہمسائے ہیں اور وہ ہمارے وزیر صحت کا حلقہ بھی ہے،وہاں پر ایک چھوٹی بچی پنکی جس کی ماں تین چار کوٹھیوں میں کام کر کے شام کے وقت اس کے لئے روٹی کا بندوبست کرتی ہے،اس بچی کے ساتھ زیادتی کر کے،اس کو قتل کر کے گٹر کے اندر ڈال دیا گیا تھا اور اس وقت ہمارے کلیجے پھٹتے ہیں کہ جس وقت پاکستان بنا ہے اس وقت ہم ایجوکیشن کے وارث تھے اور آج ہم لوگ domestic servants اور جھاڑو دینے والے بن گئے ہیں۔میں اس وقت وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کرتی ہوں کہ اس بچی کی والدہ کو compensation دی جائے۔

جناب سپیکر!اس وقت میں چودھری پرویز الٰہی کا مسیحی قوم کے اوپر احسان سمجھتی ہوں

کہ ہمیں تو پیپلز پارٹی نے جھاڑو دینے والا سمجھ لیا، ہمیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ کمی کمین ہیں جو دیہاتوں کے اندر اپنی پوری زندگی بسر کر دیں گے لیکن چودھری پرویز الٰہی نے پانچ فیصد مسیحیوں کے لئے پولیس کے اندر کوٹا مختص کر کے مسیحیوں کو بہت بڑی غلاظت سے نکال کر تھانوں کے اندر باعزت وردی پہنا کر بٹھا دیا ہے، ہمیں زمین سے آسمان پر لے کر جانے والے چودھری پرویز الٰہی ہیں اور میں مکمل طور پر اس بات کا یقین دلاتی ہوں کہ چودھری پرویز الٰہی مسیحی قوم آپ کی شکر گزار رہے گی اور دن رات ہم اس بات کے لئے دعا گو ہیں کہ چودھری پرویز الٰہی جیسا رہنما ہمیں آئندہ بھی میسر ہو۔ شکریہ

MR DEPUTY SPEAKER: Now I give the floor to Finance Minister to wind up please.

وزیر خزانہ: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کی wind up speech کرنے سے پہلے میں جناب کا، اسمبلی سیکرٹریٹ کا، فنانس ڈیپارٹمنٹ، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ اور دیگر تمام ministries اور last but not least اس معزز اسمبلی کے تمام اراکین بھلے ان کا تعلق حکومتی بنچوں سے ہے، بھلے ان کا تعلق اپوزیشن بنچوں سے ہے، کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس بجٹ discussion میں کٹ موشنز پر اور آج ضمنی بجٹ کی discussion میں بھرپور participate کیا۔ اپنی ذاتی رائے اپوزیشن کے رویہ پر دینا چاہوں گا کہ میرا ان پانچ سالوں کا جو ذاتی تجربہ رہا ہے اس میں اگر as a group دیکھا جائے تو میں دل کی گہرائیوں سے اپنے ایم ایم اے کے ساتھیوں کو مبارک باد دیتا ہوں کہ جو as a group سب سے بہتر تیاری بھی کر کے آئے اور ان کا رویہ ہمیشہ بہت positive رہا۔ جہاں سرکار نے کوئی غلطی کی اس کو انہوں نے criticize کیا اور جہاں پر گورنمنٹ نے بہتر کام کیا اس کو appreciate کیا گیا۔ بریگیڈیر حسن صاحب کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمارے کچھ بہتر اقدامات کو سراہا۔ احسان اللہ وقاص صاحب کا بہت ہی بہتر رویہ رہا اور ارشد بگو صاحب بھی positive رہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ہماری آج کی discussion کا جو topic ہے اور جس کو میں وائنڈ اپ کر رہا ہوں اور میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ پانچواں بجٹ اور پانچویں ضمنی بجٹ کی winding up speech کا آج موقع مل رہا ہے۔ میں اس پر ایوان کی توجہ کچھ facts کی طرف دلانا چاہوں گا۔

اپنے annual budget کی discussion کی winding up speech پر بھی میں نے کچھ figures ایوان کے سامنے پیش کئے تھے اور آج پھر میں کچھ figures تمام معزز ممبران کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ 04-2003 میں ہمارے ترقیاتی بجٹ کے estimates تقریباً 30۔ ارب 50 کروڑ روپے تھے جو actual خرچہ ہم 28 کروڑ روپیہ کر پائے تھے۔ 05-2004 میں اس کو بڑھایا گیا اور اس کو 43 کروڑ روپیہ کیا گیا، یہ میں actual اخراجات بتا رہا ہوں جو کئے گئے ہیں وہ تقریباً 48 کروڑ روپے تھے۔ 06-2005 میں 53 کروڑ روپیہ بجٹ مختص کیا گیا اور اس کے against خرچہ صرف ترقیاتی اخراجات پر 84 کروڑ روپیہ کیا گیا۔ Financial mismanagement پر میرے بہت سے دوستوں نے بلکہ across the board تمام ہی ساتھیوں نے اپنا اظہار خیال کیا۔ financial mismanagement اگر لوگوں کی ترقی یا ان کے ترقیاتی منصوبہ جات پر زیادہ رقوم خرچ کرنا ہے تو اس قسم کی Financial mismanagement کو ہم بجا طور پر own کرتے ہیں اور اس کے لئے راضی ہیں۔ ضمنی بجٹ کو code کیا جاتا ہے کہ یہ Financial mismanagement ہے۔ دیکھنے والی چیز یہ ہے کہ ضمنی گرانٹ کس چیز پر خرچ کی جا رہی ہے، کیا یہ گاڑیوں پر خرچ کی جا رہی ہے، کیا یہ پٹرول اور سرکاری اللوں تللوں پر خرچ کی جا رہی ہے، اس میں، میں آپ کو comparison پیش کروں گا کہ supplementary ہمیشہ سے ہوتی رہیں اور ہر گورنمنٹ کے دور کے بجٹ میں supplementary budgets آتے رہے، کسی کا percentage کچھ کم تھا کسی کا کچھ زیادہ تھا۔ ہمارے ادوار میں ہماری کوشش رہی کہ supplementary budget controlled رہے اور supplementary budget کا رخ باقاعدہ طور پر ترقیاتی اخراجات کی طرف کیا۔

جناب والا!! 91-1990 سے لے کر 02-2001 تک میں ڈویلپمنٹ اور نان ڈویلپمنٹ پر کئے جانے والے سپلیمنٹری expenditures کا ایک trend پیش کر رہا ہوں۔ نان ڈویلپمنٹ پر ہونے والا خرچہ 91-1990 تقریباً 50 فیصد اور ڈویلپمنٹ پر بھی 50 فیصد، پھر یہ شرح تبدیل ہوئی۔ 92-1991 میں 70 فیصد اور 30 فیصد، اب ایک سال ایسا بھی آیا کہ غیر ترقیاتی سپلیمنٹریز کی شرح 100 فیصد اور ترقیاتی اخراجات کی شرح 0 فیصد یعنی سو فیصد سپلیمنٹریز، کلم سپلیمنٹریز صرف اور صرف نان ڈویلپمنٹ پر خرچ کی جا رہی تھی۔ ہمارے دور میں میں آپ کو چار سال کا comparison پیش کر رہا ہوں۔ 04-2003 کرنٹ سائیڈ پر سپلیمنٹریز کا رجحان 57 فیصد تھا،

ڈویلپمنٹ پر 42 فیصد، جس کو almost 2005-06 تک یوٹرن دیا گیا، کرنٹ سائیڈ پر ہونے والے expenditures کم ہو کر 20 فیصد رہ گئے اور ڈویلپمنٹ سائیڈ پر ہونے والے اخراجات تقریباً 80 فیصد ہو گئے۔ میری بات اور میں جو argument یہاں پر establish کرنا چاہ رہا ہوں کہ جی ہاں ہمارے دور میں سپلیمنٹریز آئی ہیں مگر ان سپلیمنٹریز کو لوگوں کے ترقیاتی منصوبہ جات پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ یہ جو criticism کیا جا رہا ہے کہ اس کا percentage بہت کم ہے۔ میں اپنے معزز اراکین کی خدمت میں ایک اور چیز بھی ضرور پیش کرنا چاہوں گا کہ جو بھی سرکاری خرچہ ہوتا ہے اس کے اوپر کچھ نہ کچھ there is a cost on running government سوال یہ نہیں پیدا ہوتا کہ آپ اپنے development expenditure کو بڑھاتے جائیں اور اس کو compliment نہ کریں نان ڈویلپمنٹ کے ساتھ، اچھی Financial management یہ ہے کہ آپ زیادہ توجہ development expenditure پر دیں اس کے بڑھنے کا percentage نسبتاً زیادہ ہونا چاہئے اور جو نان ڈویلپمنٹ بالکل لازم اور جن کے بغیر معاملہ نہیں چل سکتا یا کام stop ہونے کا خدشہ ہے ان کو controlled طریقے سے نسبتاً کم percentage سے بڑھایا جا سکے۔

جناب والا! میرے انتہائی قابل احترام بھائی احسان الحق نولاٹیا صاحب نے Financial Handbook Punjab کے والیم 4 کو refer کیا تھا۔ اس میں انہوں نے صفحہ نمبر 113 پر Rule No.15.9 کو quote کیا کہ

The supplementary demands being laid before the Provincial Assembly in the earliest possible session.

جناب والا! انہوں نے یہ ایک single line پڑھی جس سے انہوں نے ہاؤس کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ جوں جوں سپلیمنٹری گرانٹس حکومت approve کرتی جائے توں توں اس کو آئندہ بجٹس میں، آئندہ ہونے والے sessions میں بھلے وہ بجٹ اجلاس ہوں یا نہ ہوں ضرور پیش کرنا چاہئے۔ میں اسی کے اگلے صفحے 114 پر رول نمبر 15.13 کو ذکر تا ہوں۔

The manner in which the supplementary budget should be presented to the Provincial Assembly and discussed in and voted on in the said Assembly is the same as prescribed in respect of Annual Budget Detachment.

جناب والا! جو ہم سپلیمنٹری کو consolidated شکل میں annual budget کے ساتھ پیش کرتے ہیں وہ نہ صرف ایک سات سال کی convention ہے بلکہ اس کو رولز بھی protect کرتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی قدغن نہیں ہے کہ اس کو آئٹم بائی آئٹم throughout the year ہر بجٹ کے اندر ہر سپلیمنٹری ڈیمانڈ کو discuss کیا جائے۔

جناب والا! اب میں مختصراً proposed supplementary statement جس پر اس معزز ہاؤس نے انشاء اللہ کل ووٹ کرنا ہے اس کے salient feature آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس میں 12۔ارب روپے کی ٹیکنیکل سپلیمنٹریز ہیں جس میں محکمہ خزانہ حکومت پنجاب نے ایک روپیہ نہ دیا ہے یہ Food Department ہر سال گندم acquire کرتا ہے جس کے لئے financial cover دیا جاتا ہے محکمہ خزانہ کی طرف سے محکمہ خوراک کو کہ وہ مختلف بنکوں سے loan لے سکیں اور گندم خرید کریں اور پھر اسے بیچ کر وہ اپنے loans کو repay کر سکیں۔ ضلع حکومتوں کے ترقیاتی پروگرام میں جو add on کیا گیا ہے وہ تقریباً 8۔ارب روپیہ تھا۔ پولیس کے لئے تقریباً 7۔ارب روپیہ کی سپلیمنٹری ہے جو میں clarify کرنا چاہتا ہوں کہ تقریباً 2۔ارب روپیہ ہمارے ایک لاکھ کانسٹیبلان کی تنخواہ میں -/2000 روپے ماہانہ کا اضافہ کیا گیا۔ ان 7۔ارب روپے میں سے 2۔ارب روپے تو کانسٹیبلان کی تنخواہوں میں اضافے کی سپلیمنٹری ہے۔ باقی 5۔ارب روپیہ نئی ریکروٹمنٹ جس کے اندر کچھ کانسٹیبلان کی بھرتی کی گئی ہے اور ٹریفک وارڈنز کا ایک نیا سسٹم متعارف کیا گیا ہے اس پر خرچ کیا گیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ جو ہماری اس سپلیمنٹری کے ذریعے ڈویلپمنٹ سائیڈ پر expenditure کیا گیا وہ تقریباً 33۔ارب روپیہ ہے۔ 33۔ارب روپیہ ایڈیشنل ڈویلپمنٹ سائیڈ کے اوپر سپلیمنٹری بجٹ کے ذریعے خرچ کیا گیا۔ ڈویلپمنٹ کے کچھ salient features رورل واٹر سپلائی اور اربن واٹر سپلائی کے سیکٹر میں تقریباً 10۔ارب روپے کی spending کی گئی۔ تعمیر پنجاب پروگرام پر تقریباً 4۔ارب روپے لگائے گئے۔ کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے لئے تقریباً 6۔ارب روپیہ اور missing facilities of colleges میں گزارش کرتا ہوں کہ missing facilities of schools کا پروگرام تو ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام کے تحت چل رہا تھا۔ کالجز کی missing facilities کے لئے تقریباً 2۔ارب روپے تجویز کئے گئے۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی خدمت میں ایک اور doubt یا

ابہام جو پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اس کو clarify کرنا چاہوں گا۔ اس طرح کا تاثر دیا جارہا ہے کہ جس طرح کہ ہاؤس کا کوئی بھی ممبر بجٹ سازی سے کسی حوالے سے منسلک یا متعلق نہیں ہوتا۔ میں آپ کو پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری کیبنٹ کے چالیس ممبر ہیں۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ بجٹ کو consolidate اور اس کو compose تو ضرور کرتا ہے لیکن budget making میں تمام laying ministries کی input ہر وقت ہمیں مہیا ہوتی ہے۔ Laying ministries اپنا پروگرام بتاتی ہیں کہ ہم نے اتنے اخراجات غیر ترقیاتی کاموں پر کرنے ہیں اور اتنے ترقیاتی مدوں میں کرنے ہیں۔ سو ہماری کابینہ کے تمام اراکین اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹس کو اپنی ترجیحات کے مطابق اپنا ایک financial programme فنانس ڈیپارٹمنٹ کو دیتے ہیں جس کو ہم اپنے resources میں fit in کرتے ہیں اور اس میں کابینہ کی priorities کو focus کیا جاتا ہے۔ مثلاً 4/3 سال حکومت کا focus سوشل سیکٹر تھا جس میں ایجوکیشن سیکٹر، ہیلتھ سیکٹر، واٹر سپلائی سنی ٹیشن سیکٹر پر رہا تو محکمہ خزانہ ان محکموں کو نسبتاً زیادہ وسائل دیتا ہے جو کہ کابینہ اور چیف منسٹر صاحب کی priorities ہوں۔ good management or financial management کی بات میں اپنی ایک لائن کے اندر مکمل کروں گا۔

جناب والا! پانچ سال مکمل ہوئے ہم نے کسی قسم کا کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا۔ جو projected provincial receipts تھیں یا federal receipts تھیں وہ ہمیں projection سے زیادہ collection ہوتی رہیں۔ جب ہم شروع ہوئے تھے تو ہمارے ترقیاتی بجٹ کا حجم صرف 15 فیصد تھا جس کو ہم نے بڑھا کر ان پانچ سالوں میں 42 percent of our total outlay کیا ہے۔ میرے خیال میں پچھلے 30,40 سال کی تاریخ میں اس سے بہتر financial management کی کوئی مثال آپ کو نہیں مل سکتی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آخر میں آپ کی وساطت سے میں ایک دفعہ پھر اس معزز اسمبلی کے ہر ایک رکن کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حکومتی بنچوں کے بھی اور اپوزیشن بنچوں کے بھی ان کی اتنی بہتر، مثبت contribution اور participation کے بغیر ہمارے لئے یہ پانچ سال بہترین Financial management کرنا ممکن نہ تھا۔ بہت بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اپنی طرف سے پانچواں بجٹ پاس ہونے کے بعد اس کے ضمنی بجٹ کے پیش ہونے پر آپ تمام صاحبان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ پانچ سال مکمل ہو چکے ہیں اور خصوصاً

وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کی قیادت میں جس طریقے سے یہ ہاؤس چلا ہے اور جس طریقے سے اس ہاؤس نے کارکردگی show کی ہے، گورنمنٹ کی طرف سے بھی اور اپوزیشن کی جانب سے بھی، میں تمام کو فرداً فرداً اور اجتماعی صورت میں سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ پانچ سال بخیر و خوبی سے گزر گئے ہیں اور انشاء اللہ اگر یہی رفتار رہی تو جمہوریت نے جڑ پکڑ لی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ جمہوری ادوار چلتے رہیں گے۔ پاکستان پائندہ باد اور آپ سب کو مبارکباد۔

آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس 27۔ جون 2007 بروز بدھ صبح 10 بجے دن تک ملتوی کیا جاتا ہے۔